(The Human life and its in the light of Prophetic (pbuh) Guidance) radiance

Dr. Muhammad Khan Malik☆

ABSTRACT

A man's natures, feeling that he is free to choose and live in physical comforts of modern age with material progress have estranged him from his Creator. This state of living openness cannot be alleviated unless he has a precise concept of God and a righteous system of living. And to cherish the blessings of the Creator and to emerge as a successful person at last. Knowledge without its moral disposition is of no benefit. The virtues of knowledge without hidayat are useless and vice versa. Man is advised to allinge and balance by control his behavior as he will be questioned for his deeds. Faith is not a matter of words but of accepting Allah's will and striving in his cause. Every soul shall have a taste of death and on the Day of Judgment will be paid its full recompense. The one who is admitted to heaven would attain the object of life. This object is achieved by moral character in the light of islamic guidance that shapes an individual in a way conducive to the unfettered growth of good, virtue and truth in every sphere of life. It gives full play to the forces of going in all directions. Also removes all impediments in the path of virtue. It eradicates evils from social plan by prohibiting the causes of its appearance and growth, by closing the inlets through which it creeps into a society. It saves from all sorts of human weaknesses and counsels of pseudo-wisdom, self respect that keeps breaking-in and resists all evils. This is attained by exercising highest patience and self restraint. This behavioural management develops an attitude in a person by which every moral valuation, every decision as to the practical course, the individual would like in his life to take for ultimate success .

The Lord's given principles of collective morality provide peace and tranquility to human life. The domain of this system extends to the entire gamut of life. It moulds individual life as well as the social order of a society in healthy patterns, so that the kingdom of the Lord (swt) may really be established on earth with peace, contentment and well-being. It fills the world as water fills the oceans. This moral fiber is achieved by exercising highest patience and self restraint. And if one attains this high ethical living standard will be indeed most fortunate in this life and hereafter. This requires a complete submission and an honest disposition as per

☆ Associate Prof. Department, Islamic Studies, University of Engineering & Technology, Lahore, Pakistan. drmkmalik@uet.edu.pk, mkmalik@hotmail.com.

Quranic orders with prophetic uswa in every walk of life..

It makes sense to call people not to petty observance of the rules in everyday life which concern the matters of what to eat, how to dress, and how to marry, but to encompassing the essential principles of attitude to God that substance and its function are united. This is a dire need of entire humanity for all times. In this research work the subject matter is sifted through most rigorous effort to high light the best balancing of life in the light of prophetic gudance as per order of the islamic religion excellence . The restraint is argued that how a strongest and the best strategy are to be chosen for acquiring the need of the nature and bodily life for the salvation of humanity

ABOUT AUTHORS:

The author did PhD from Pakistan and Post Doc from Lancaster University UK focusing onIslamic culture and religious studies. He participated in various conference and seminars. He served in various national and international institutions. He has contributed papers for journals and is author of four books pertaining to religious studies. He is member of many professional societies. He visited various countries. Presently he is serving as Associate Professor in Department of Religious studies, U.E.T, Lahore Pakistan

انسانی حیات اور تقویم نفس، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد خان ملک

تعارف:Introduction:

لفظ حیات کا مادہ (ح ی ی) ہے جس کا مطلب زندہ ہونا یا زندگی ہے۔ یہ حیات نشو ونما کی محتاج ہے۔اس کی نشو ونما ان چیزوں سے نہیں ہوتی جن سے جسم کی ہوتی ہے۔ یہ نشو ونما اللہ تعالی کے قوانین واحکام کی سمجھ اور عمل سے ہوتی ہے۔ یہ نشو ونما یا کمال درستگی ،تقویم کہلاتی ہے۔موت زندگی کو ختم نہیں کر سکتی، زندگی موت کا اور موت زندگی کا جواز ہے۔آخرت کی زندگی دنیوی زندگی کا ہی تسلسل ہے۔(۱) قول اللہ تعالی: (وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. ۵ /).وہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو(یعنی وہ حیاتِ جاوداں میں ہوتے ہیں، اس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔وہ محسوسات کی دنیا سے باہر کی کیفیت ہے)۔ایسے لوگ حقیقت میں زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔ یہ اس تقویم نفس کے انتہائی توازن ودرستگی کے حسن کمال کا نتیجہ ہے۔لفظ تقویم کا مادہ (ق و م) ہے۔جس کی ترقی سے آدمی بے خوف ہو جاتا ہے۔ یہ اسے نفس مطمئنہ بنا دیتی ہے۔ یہ اطمینان والی زندگی ہی اس دنیا اور جنت کی ابدی مسرتوں اور راحتوں کی مالک ہوسکتی ہے۔آیت کریمہ ہے۔(ونفس وما سوھا۔الشمس)۔۶۔ (۲) اور قسم جان کی (بذات خود انسان کی شخصیت کی) اور اس حقیقت (ذات حق تعالی) کی جو (مختلف طریق و مراحل سے) اسے انتہائی توازن و درستگی میں لایا گیا۔

نظام تعلیم کے تمام فکر و فلسفے اور زبان وادب کی فصاحت و بلاغت تعمیر شخصیت کے لے ہوتے ہیں۔جس سے انسانی مقدر سنورتے ہیں۔تاریخ عالم کی تمام تہذیبوں اور تمدن ثقافت نے انسانی تعمیر کردار پر زور دیا ہے۔ ہر مذہب وملت کے حکماء اور عقلاء نے تہذیب اخلاق اور تذکیہ نفس کی بات کی ہے۔الٹا سیدھا صرف کپڑے کا ہی نہیں کردار کا بھی ہوتا ہے۔معاشرتی، معاشی، اخلاقی، سماجی اور ادبی سرگرمیوں کا انحصار اسی انسانی ذہنی، عقلی، فکری اور علمی کیفیات پر ہوتا ہے۔انفرادی، شخصی اور اجتماعی تربیت کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ نے جسم اور روح کے تقاضوں کو افراط اور تفریط سے ہٹا کر ایک حکیمانہ توازن اور اعتدال کی راہ دکھائی ہے۔اسلامی نظام تعلیم نے ظاہری جسمانی اعمال کی درستی کے لیے باطنی اور روحانی پہلو کو اہم قرار دیا ہے۔ انسانی کردار، اسکی حد کمال تک درستگی (The best balancing of Character its building and) قلب کی تربیت کی مرہون منت ہے۔قلب کو حدیث شریف میں مضغہ (لوتھڑا) کہا گیا ہے۔جس کی اصلاح قرآن الحکیم کا مقصود ہے۔فرمان رسول ﷺ ہے۔ (الاوان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله ! لأ وهی القلب) متفق علیه (۳) ۱ور اسی 'مضغہ یعنی (لوتھڑا یا قلب'' کی درستگی کے ساتھ پورے انسانی نظام زندگی کے درستگی یا بگاڑ کو وابستہ کیا گیا۔فرمان خالق ہے:

(فأنها لأ تعمی الأ بصأر ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور) الحج. ۴۶) (۴) ترجمہ۔یہ نہیں کہ ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں بلکہ ان کے سینوں میں جو قلوب ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

انسانیت جن مصائب وآلام میں پھنسی ہوئی نظر آتی ہے۔اس کا بنیادی سبب وہ اندھے قلوب ہیں۔یہ انفرادی نفسی بگاڑ ہے۔اس نفس سے معاشرہ، قوم اور اقوام تشکیل کی ہوتی ہے۔انسانی خواہش نفس نے ہی مسائل ومصائب اور رنج وآلام کو جنم دیا ہے۔ اس کیفیت سے نکلنے کا راستہ خالق کائنات نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ میں رکھا ہے۔جس کے لیے فرمایا گیا؛(لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) ۲/۳۳۔اس کی عملی صورت، سیرت طیبہ ﷺ میں نسل انسانی کی راہنمائی کے لیے قیامت تک واضح فرما دی۔ارشاد ربانی ہے۔ (لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فی هم رسول . ال عمران . ۱۶۴)۔یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔جو انسانی تربیت اور تکمیل اخلاق (To cherish the blessings of the Creator and to emerge as a successful person at last). کیلے بھیجے گئے۔فرمایا: (كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ). (۱۵۱/ ۲) چنانچہ اسی مقصد کے لئے ہم نے تم میں سے ہی (تمہارے پاس) رسول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے ہمارے احکام وقوانین پیش کرتا ہے اور تمہاری صلاحیتوں کی نشو ونما کرتا ہے اور تمہیں نازل کردہ ضابطہ ءحیات کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنا سکھاتا ہے۔غرض یہ کہ وہ تمہیں ایسا کچھ سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے۔حدیث شریف میں ہے(انما البعثت لاتمم الاخلاق)۔ باطنی تزکیہ اور روح کی بالیدگی تعلیمات نبوی ﷺ اور کتاب الٰہی کی عدم موجودگی میں ممکن نہیں۔حتی علم نہ ہو تو پھر انسان صرف ظن ہی سے کام لیتا ہے۔حرص وحوس اور نفسی خواہشات اس کو فساد فی الارض کے خلفشار میں مبتلا کر دیتا ہے۔عصری فساد(The confilect of interst and curuption) نے انسانی معاشرے میں نا ختم ہونے والا یہ ناسور برپا کر دیا ہے۔جس سے عصر حاضر کا مادی انسان سرگرداں ہے۔

Abdul Hamid Siddique (1968), in his book" Prophet hood in Islam; writes :
A man's nature and his feeling that he is free to choose and live in modern age of physical comforts of with material progress have estranged him from his Creator. He has lost the right way of life and is confused, at this the torch of prophethood of Isalm has radianced the life human being.(5) moment

اس تقویم کے بغیر انسان زندگی کی شب تاریک کو سحر نہیں کر سکتا۔بقول حضرت علامہ محمد اقبال۔وہ فرماتے ہیں؛(۶)

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اس زندگی کی تاریک شب کی روشن صبح، تقویٰ سے ہی ہوتی ہے۔تقویٰ:اِس لفظ کا مادہ (و ق ی) ہے۔اِس کا بنیادی مطلب

ہے ''اپنے آپ پر اتنا کنٹرول یا اختیار قائم کر لینا کہ اپنی ذات کو یعنی اپنے آپ کو یعنی اپنے باطن اور اپنے ظاہر کو ہر تکلیف دہ چیز سے بچاتے ہوئے اُس کی حفاظت' نگہبان ونگہداشت کرتے رہنا۔ اسی وجہ سے قرآن کے حوالے سے اِس کا مطلب ہے برے اعمال کے برے نتائج سے بچنے کے لئے نازل کردہ احکام وقوانین سے چمٹے رہنا تا کہ اپنے آپ کو برے نتائج سے بچایا جا سکے۔ بنیادی طور پر جانور اور انسان میں تقوی کا ہی فرق ہے اِسی لئے سورۃ ۶۵ آیت ۱۰ میں اللہ کا حکم ہے کہ '' اے عقل وبصیرت وجذبات واحساسات رکھنے والو اگر تم نے نازل کردہ احکام وقوانین کو تسلیم کر لیا ہے تو پھر تقوی اختیار کر لو''۔ کیونکہ اِسی طریقہ سے حیوانی جبلتوں کو تہذیب یافتہ زندگی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ اور اِسی کو کریکٹر کہا جاتا ہے۔ قرآن کے مطابق تقویٰ کا مطلب زندگی کی تباہیوں سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین اختیار کرنا ہے۔ یعنی حیات اور تقویم نفس انسانی کی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں وہ تربیت کی جائے تا کہ مقصود حیات حاصل ہو سکے۔(۷) مجموعی طور پر قرآن کریم کی سو سے زائد آیات کا موضوع اسی قلبی، اور روحانی افعال واحوال کا ہے۔

حیات یعنی زندگی اور موت : Life and Death:

حیات یعنی زندگی اور موت خالق کائنات کی تخلیق ہے فرمان مالک ہے :

(لَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ)

۶۷/۲۔ یہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو تخلیق کیا۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تمہیں آزمایا جائے کہ تم میں سے کون ہے جو (زندگی اور موت کے عرصے کے دوران) ایسے کام کرتا ہے جو حسین وجمیل ہوں۔ اور یہ بھی ہے کہ وہ لامحدود غلبے کا مالک ہے اور خطاؤں کے بُرے اثرات دُور کر کے مصیبت ومشقت سے محفوظ کر لینے والا ہے۔ حیات کا بنیادی مطلب زندہ ہونا یا زندگی ہے۔ زندگی کے مختلف پہلو ہیں یہ کہ انسانی زندگی نشوونما کی محتاج ہے۔ زندگی کی نشوونما ان چیزوں سے نہیں ہوتی جن سے جسم نشوونما حاصل کرتا ہے۔ اور یہ کہ زندگی کی نشوونما اللہ کے احکام وقوانین کو سمجھنے اور انہیں اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب کسی کی زندگی کی یوں نشوونما ہونی شروع ہوتی ہے تو اس پر اطمینان طاری ہونے لگ جاتا ہے اور جوں جوں اس کی زندگی کی نشوونما ہوتی جاتی ہے توں توں اس کے بے خوفی اور اطمینان کا درجہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ اطمینان والی زندگی ہی جنت کی ابدی مسرتوں اور راحتوں کی مالک ہو سکتی ہے۔ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی کا ہی تسلسل ہے موت زندگی کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس جسم کو زندگی سے محروم کر دیتی ہے جس پر موت طاری ہوتی ہے اور یہ کہ جس زندگی کی نشوونما نہیں ہوتی وہ دوزخ وجہنم کی حقدار ہو جاتی ہے۔ اصل میں کسی فرد کی زندگی کی نشوونما وہی ہے جو ۹۱/۷-۱۰ کے مطابق اس کے نفس کی نشوونما یا بربادی ہے۔ کیونکہ نفس کی نشوونما سے ہی زندگی توانائی حاصل

کرتی ہے۔ یہ بھی ہے کہ ۲/۶۷ کے مطابق زندگی اور موت دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اس لئے یہ اللہ پر طاری نہیں ہوسکتیں اور یہ کہ اللہ نیکی صرف اس کی قبول کرے گا جو مومن ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی کا احساس اس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب اسے یہ خوف ہو کہ اسے بدی کا حساب دینا پڑے گا اور یہ حساب بدی کرنے والے کو اسی ہستی کو دینا پڑے گا جو ہر وقت اسے دیکھ رہا ہے اور ہر وقت اسے سن رہا ہوتا ہے۔(۸)

نیکی اور بدی کا معیار و قوانین The sandards of Good and Bad

اگر انسان وحی کی سچائیوں کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ بدی سے بچنے کے لئے نیکی نہیں کرتا بلکہ کسی عارضی احساس کے تحت ایسا عمل کر رہا ہوتا ہے جب کہ بدی سے بچنے کے لئے قانون کا خوف تو ہوسکتا ہے مگر اس کے اندر کوئی خوف نہیں جو اسے بدی سے روک سکے۔ لہٰذا، جہاں قانون کی گرفت اس تک نہ پہنچ سکتی ہو وہاں اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ اور یہ کہ نیکی اور بدی کے پیمانے تو خود عقلِ انسانی کے پاس کبھی بھی نہیں تھے۔ نیکی کے پیمانے جو انسانی اطمینان، خوشگواری، آسانی، سرفرازی، بے خوفی اور ترقی کا باعث بنتے ہیں وہ سارے کے سارے رسولوں کے ذریعے وحی کی وجہ سے میسر آئے ہوئے ہیں۔ افراد یا قوموں کی عقلِ انسانی تو صرف نیکی اور بدی کے ان پیمانوں کی بنیاد پر اپنے اپنے آئین، قاعدے، قوانین، اصول اور منصوبے تیار کرتی ہے۔ چنانچہ نیکی کرنے والا اگر ان پیمانوں سے ہی انکار کرنے والا ہے تو وہ کون سی نیکی کرے گا؟ اور اس کے عمل کو کس پیمانے کے تحت نیکی کہا جائے گا؟ نیکی کرنے والا اگر مومن نہیں تو وہ تحقیق کر کے دیکھ لے تو وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ نیکی اور بدی کے پیمانے جو نازل ہوتے رہے وہ واضع اور درست اور مکمل شکل میں سوائے قرآن کے کہیں محفوظ اور میسر نہیں ہیں۔ اور وقت کی لہروں پر سفر کرتے ہوئے یہی پیمانے اقوامِ عالم کی آگاہی کا سبب بنے۔ نیکی اور بدی کے پیمانوں کی آخری اور مکمل شکل میں سچائیاں محمد ﷺ کی نسبت سے قابل فہم ہیں جو کہ وہی ہیں جو قرآن میں ہیں۔ اور ان کی سچائی اور درستگی کا پیمانہ بھی قرآن ہی ہے۔ لہٰذا، نیکی کرنے والے کا عمل اور احساس منطقی اور اصولی طور پر قرآن سے جڑا ہوتا ہے۔ لیکن جو اس کا انکار کرتا ہے وہ یہ پیغام دے رہا ہوتا ہے کہ وہ جو عمل کر رہا ہے وہ صرف عمل ہے نیکی نہیں ہے۔ اسی طرح جو وہ بدی کر رہا ہے وہ بدی نہیں صرف ایک عمل ہے۔ چنانچہ اس طرح نیکی اور بدی کی حدود گڈمڈ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اسی لئے جو مومن نہیں یعنی جو قرآن میں مکمل اور آخری پیمانوں کو تسلیم نہیں کرتا اس کی نیکی صرف عمل ہے نیکی نہیں ہے جس کے پیچھے کسی نیکی کا احساس نہیں کیونکہ کوئی پیمانہ نہیں۔ اس لئے کسی غیر مومن کی نیکی اللہ کو قبول نہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ جو قرآن سے انکار کر کے بعض دوسری کتابوں کو ہی تسلیم کرتے ہیں جو قرآن سے پہلے کی نازل شدہ ہیں تو وہ جامع، مسلسل، واضع، درست اور مکمل پیمانوں سے محروم ہونے کی وجہ سے جزوی نیکی کو اپناتے ہیں (۴/۵۱) جبکہ نیکی زندگی کے سارے معاملات میں روشنی کے طور پر قائم ہوتی ہے اور ان معاملات کے کئی پہلو ہیں جیسے کہ: انسان کا اللہ سے تعلق۔ انسان کا کائنات سے تعلق۔ انسان کا انسان سے تعلق۔ انسان کا اپنی ذات سے تعلق۔ انسان کا مرنے کے بعد کی زندگی سے تعلق وغیرہ۔ اگر ان سب سے تعلق نیکی یعنی خیر کی بنیاد پر ہو تو نتائج کچھ اور نکلتے ہیں اگر جزوی بنیاد پر ہوں تو نتائج کچھ اور نکلتے ہیں۔

خیر اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب اللہ کے اختیار میں کسی اور کو شامل نہ کیا جائے یعنی شرک نہ کیا جائے۔ لہٰذا نیکی ایک معاملے سے دوسرے معاملے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ نیکی ایک جامع اور مکمل ضابطہء ہدایت ہے جو صرف قرآن میں محفوظ ہے اسی لئے کسی غیر مومن کی نیکی اللہ کو قبول نہیں۔ بہر حال، بہت سی وجوہات میں مذکورہ وجوہات بھی ایسی ہیں جو یہ آگاہی دیتی ہیں کہ کس وجہ سے اللہ کو صرف مومن کی ہی نیکی قبول ہے اور وہی جنت میں داخل ہوگا۔ تخلیق انسان اور اسکے کردار کی تعمیر و تطہیر اور تنظیم کے مختلف مراحل یعنی جذبہ و احساس اور فکر و عمل، تعلق و نسبت اور رویوں کی کمی، کجی اور انحراف یا درستگی اور پاکیزگی پھر احتساب کا عمل اس انسانی ماہیت اور قدروں پر منحصر ہے جو خالق کائنات نے تخلیق فرمائی ہیں (۹) اور یہ کہ ان اصول قوانین کا آخر دم تک زندگی میں نفاذ ہو۔ جیسا کہ فرمایا: اور اپنے رب کی ہی پرستش و اطاعت کرتے رہو حتیٰ کہ وہ یقینی بات تمہارے سامنے آجائے (وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ). ۱۵/۹۹، حضرت انسان ان کا مکلّف ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے

تخلیق انسان The Creation of Man:

قول اللّٰہ تعالٰی :(وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْن. النحل)۲۶.۱۶/.

اگر تم تحقیق کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ ہم نے انسان کو پانی اور مٹی کے یک جان ہوئے سوکھے مادے سے ایک طریقہ و دستور سے توازن و تناسب کے پیمانے کے مطابق وجود پذیر کیا. اور پھر (ایسا وقت آیا) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا! کہ یقیناً میں پانی اور مٹی کے یک جان ہوئے سوکھے مادے سے ایک طریقہ و دستور سے درست توازن و تناسب کے پیمانے کے مطابق بشر کو وجود پذیر کرنے والا ہوں۔ اور جیسا کہ احسن الخالقین نے سورہ المومنون میں فرمایا:

(ولقد خلقنا الأنسان من سللة من طين. ثم جعلنه نطفة فی قرار مکين). (ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فکسونا العظم لحما ط ثم انشانه خلقا اخرط فتبرک الله احسن الخلقين)۔ المومنون۔۱۲۔۱۴/ ۲۳

ترجمہ: بے شک ہم نے آدم کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر انسان کو پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھراو میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا):

پانی ملا مٹی کا مادہ جس سے انسان کو تخلیق کیا گیا اس کے لئے قرآن میں صلصال ۲۶/ ۱۵، ۲۸/ ۱۵ طین ۷/ ۳۲ اور طین لازب ۱۱/ ۲۷ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مٹی کا مادہ جن جن مراحل سے گزرتا ہے یہ نام اسی لحاظ سے ہیں مگر عمومی طور پر ان کا مطلب مٹی یا پانی ملی مٹی یا پانی ملی مٹی کا سوکھا مادہ وغیرہ وغیرہ لیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق طلب ہے کہ مٹی کے اس مادہ پر جو مراحل گزرتے ہیں ان میں کون کون سی قوتیں کیسے کیسے اثر انداز ہوتی ہیں اور اس کے کن کن عناصر میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ اس آیت میں لفظ ''حما'' استعمال ہوا ہے۔

اس کا مطلب ہے ''وہ کیچڑ جو پانی اور مٹی سے مل کر بنتا ہے'' جب یہ خشک ہو جاتا ہے تو اسے صلصال کہا جاتا ہے یعنی خشک ہو جانے والی کچی مٹی۔ اگر اسے پکا لیا جائے تو وہ فخار کہلاتی ہے۔ البتہ بعض مفسرین اس کا مطلب بدبودار کیچڑ کرتے ہیں اور بعض اس کا مطلب سیاہ گارا کرتے ہیں۔ اانسان کن کن حقائق کا مرکب ہے اور ان کا آپس میں تعلق و رشتہ کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے! کہ قرآن کے حوالے سے انسان بظاہر جن حقائق کا مرکب ہے اُن میں چندیوں ہیں: بدن یعنی جسمانی وطبعی ساخت ر روح (قلب، عقل، حواس) نفس (امارہ، لوامہ اور مطمنہ)۔ اس انسانی بدن کی ماہیت اور قدریں مقرہ فرمادی گئی ہیں۔ (۱۰) ملاحظہ فرمائیے۔

ماہیت اوراستعدادانسان Chemistery of Man :

☆انسانی بدن:

جسم یا انسانی صورت ''بشر'' کا لغوی مطلب ہے ''طبعی ساخت'' اور جسمانی بناوٹ انسان کو جو جسم یا انسانی ساخت عطا کی گئی ہے وہ بظاہر جانوروں کے اعضاء سے ملتی جلتی ہے مگر آیت ۱۵/۲۹ کے مطابق یوں ہے کہ ''انسانی ساخت کو حسن و توازن و درستگی عطا کرنے کے لئے لفظ ''سـویة'' استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی ساخت کو ایسا بنایا گیا ہے جو روح نفخت اور نفس جیسے حقائق ومخلوقات کے طاری ہونے کے لئے بہترین ہو۔ البتہ انسانوں میں فرق یا تو صلاحیتوں میں کمی بیشی سے ہے یا ان کے استعمال میں کمی بیشی سے ہے۔ بہر حال، یہ ہے روح، نفس اور انسانی ساخت جو انسان کو عطا ہوئے ہیں۔ لہٰذا، اس تمام تجزیے کے پیشِ نظر آیت ۳۲/۱۳ انسان کے لئے بہت غور طلب ہے کہ! ''اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے'' یعنی نفس کو ہدایت دینا اللہ نے انسان پر چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت قرآن کی آیات ۳۳/۳۵ اور ۳/۱۹۵ کے مطابق روح نفخت، نفس، زندگی و موت اور آخرت کی جوابدہی کے لحاظ سے برابر ہیں فرق صرف جسمانی ساخت سے ذمہ داریوں اور حقوق و فرائض کا ہے۔ لہٰذا، آیت ۱۵/۴۵ کے مطابق اصل بات یہ ہے کہ! مرد ہو یا عورت جس کسی نے سنور نے سنوارنے کا کام کیا تو وہ اس نے اپنے ہی نفس کے لئے کیا اور جس نے کوئی بھی بُرائی کا کام کیا تو وہ اس نے اپنے ہی نفس کے خلاف کیا۔ تاریخی حقیقت انسانی کیلیے سورہ دھر میں فرمایا گیا؛

> (هـل اتـى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيا مذكورا). (انا خلقنا الانسان من نطفة امشـاج نبتـليـه فـجـعـلـنـه سـميـعـا بـصيـرا). (انا هدينه السبيل اما شاكرا و اما كفورا)
> (دھر۔ا۔۳)

ترجمہ: (بے شک انسان پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔ بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی مٹی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔: آیت ۱۵/۲۶ میں یہی بات کرتے ہوئے ''انسان'' استعمال ہوا ہے۔ جبکہ اگلی آیت ۱۵/۲۹ میں بشر میں روح پھونکے جانے کے بعد وہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں محترم وعزت یافتہ ہوا۔ اور تب ۱۵/۲۶ کے مطابق وہ انسان کہلایا۔ اور ۱۵/۴۲ میں اللہ نے انسان کی بجائے

''عبادی''، یعنی میرے بندے یعنی میرے غلام یعنی میری پرستش واطاعت کرنے والے استعمال کیا ہے، تو اس کا مطلب ہے انسانوں میں وہ انسان جو صرف اور صرف اللہ کی پرستش واطاعت کرنے والے ہیں۔(۱۱)

روح، نفخت ۱۵/۲۹ اور نفس ۳۹/۶:

مالک ملک کا فرمان ہے کہ: جب میں بشر کا حسن وتوازن انتہائی موزوں کر کے اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو پھر اس کے مقابلے میں تم اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور اس کی مکمل فرماں برداری اختیار کر لینا

(فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سٰجِدِيْنَ) ۱۵/ ۲۹

☆روح کیا ہے:

لفظ روح کا مادہ (ر۔و۔ح) ہے۔اسی سے ریح، ریحان، ترویحۃ۔راحۃ وغیرہ جیسے الفاظ نکلے ہیں۔اور اس کا بنیادی مطلب ہوا کا محسوس کرنا، راحت، سرور وغیرہ ہیں۔لیکن قرآن نے روح کی اصطلاح کو انتہائی جامع مطالب میں استعمال کیا ہے اگر چہ کہ اس میں راحت وسرور کی پاکیزگی بھی شامل ہے۔آیت ۱۷/۸۵ کے مطابق یوں ہے کہ ''اے رسول یہ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو! کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے مگر تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔بہر حال، اگر چہ انسان کو روح کے بارے میں تھوڑا علم دیا گیا ہے لیکن جتنا بھی علم دیا گیا ہے تو اس کے مطابق بھی روح سے منسلک بہت سے عقائد ونظریات قائم ہو سکتے ہیں۔چنانچہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ ۷۸/۳۸ میں آگاہی دی گئی ہے کہ ''جس دن الروح اور ملائیکہ صف باندھے کھڑے ہوں گے اور کوئی بات نہ کر سکیں گے سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے'' اور ۱۶/۲ میں ہے کہ ''وہ اپنے حکم سے فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر مناسب سمجھتا ہے نازل کرتا ہے'' اور ۴۲/۵۲ میں ہے کہ ''لہٰذا، اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی''۔اور ۷۰/۴ میں ہے کہ ''اس کی طرف ملائیکہ اور روح اوپر کو چڑھتے چلے جاتے ہیں ایک دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے'' اور ۹۷/۴ میں ہے کہ ''اس میں ملائیکہ اور روح اپنے رب کی اجازت سے ہر معاملے کے لئے نازل ہوتے ہیں''۔مذکورہ آیات اور ایسی ہی دیگر آیات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح ملائیکہ ایک مخلوق ہے اسی طرح روح بھی ایک مخلوق ہے۔مگر یہ مخلوق ملائیکہ سے برتر ہے کیونکہ جب انسان میں روح طاری ہوئی تو ملائیکہ نے اس کی فرماں برداری اختیار کی۔یوں محسوس ہوتا ہے کو روح کے بھی درجات ہیں، جیسے ۲/۸۷ میں روح القدس استعمال ہوا یعنی ایسی روح جو ہر نقص سے پاک ہو اور ۲۶/۱۹۳ میں روح الامین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے یعنی ایسی روح جو امانت محفوظ رکھنے والی ہو۔

☆نفخت کیا ہے:

اس لفظ کا مادہ (ن۔ف۔خ) ہے۔اس کا بنیادی مطلب ہے پھونک یا پھونک مارنا۔اللہ کا پھونک مارنا ایسا نہیں ہے جیسے انسان پھونک مارتا ہے۔بلکہ اللہ کا انسان کو سب حواسِ خمسہ، ۳۲/۹ اور سب صلاحیتیں جیسے قلب، فواد یعنی دل یعنی جذبات، صدور یعنی

سینے یعنی احساسات، عقل، شعور وادارک، ارادہ وغیرہ عطا کیے گئے تاکہ انسان کو ۳۹/۶ کے مطابق جو نفس ملا ہے وہ اس کی ۹۔۷/۹۱ کے مطابق نشوونما کرے تاکہ انسان اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق سرگرم رہ کر دنیا کو جنت بنائے اور مرنے کے بعد بھی جنت کا حقدار ہو۔ مگر عام طور پر اسے انسانی شخصیت یا انسانی ذات یا انسانی جان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن انسان کو اس کے بارے میں حقیقی طور پر کوئی آگاہی میسر نہیں کہ اس کی شکل وصورت یا ساخت کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ انسان کا باطن ہے یعنی ہر انسان کا اس کے اندر کا انسان ہے جو وقت اور مادے کی قید سے آزاد ہے

☆''سویۃ'' کیا ہے؟

اس کا مطلب ہے ''انتہائی موزوں'' یعنی بشر کو روح کے طاری ہونے کے لئے انتہائی موزوں کر دیا گیا۔ چنانچہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ روح کا کام انسان میں اللہ کی صفات کا عکس پیدا کرنا ہے اسی وجہ سے ملائکہ نے انسان کی فرمابرداری اختیار کی۔ فرمایا کہ؛ **فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی.** یعنی درست کر کے اس میں روح ڈالی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا؛ **روح امر ربی . ایۃ ۸۵**) ترجمہ؛ روح میرے رب کا امر ہے۔ جسم اور روح سے ہی انسان وجود پاتا ہے اور ۹۔۷/۹۱ کے مطابق ''جس نفس کی عین اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق نشوونما کی جاتی ہے'' تو وہ یقینی کامیابی حاصل کرتا ہے'' لہٰذا، وہی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں پھر اللہ کی صفات کا عکس نظر آنے لگتا ہے۔ آدم میں اللہ نے جو اپنی روح سے پھونکا ہے تو اس سے یہ مراد محسوس ہوتی ہے کہ اللہ نے آدم کی مخلوق کو روح کے طاری ہونے یا اس پر روح کے اترنے کیلئے موزوں ترین کر دیا ہے۔ بہر حال، انسان کے حوالے سے انسانی شخصیت روح کا گھر ہے۔ اگر کوئی شخص اس گھر کو یعنی اپنی شخصیت کو روح کے لئے موزوں اور درست رکھے تو روح اس گھر میں اترتی رہے گی اور اس میں اللہ کی صفات کا عکس ظاہر کرتی رہے گی ورنہ اسی گھر میں شیطان بسیرا کرے گا اور برائی کی شکلیں ظاہر ہوتی رہیں گی۔

☆نفس کیا ہے:

ویسے تو نفس سانس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع انفاس ہے نفس کا مادہ (ن۔ف۔س) ہے۔ اس لفظ کے متعدد مطالب لیے جاتے ہیں لفظ نفس کی اصطلاح بہت سے معنی رکھتی ہے جن میں سانس، جان، فطرت، جبلت، اور عادت ضمیر conscious وغیرہ شامل ہیں۔ تاہم یہاں مراد قوت متحرکہ یعنی Motive Force جس سے انسانی فعال واشکال واقع ہوتے ہیں۔ احسن الخالقین نے انسانی نفس کو احسن واکمل خلق کیا۔ پھر تسویہ اور تعدیل، اتقان اور ہدایت حق کا مکلف بنایا، یعنی جسم کی نشوونمائش کی اور اس میں روح ڈال کر نفس انسانی کو تکمیل کی منازل طے کرائیں۔ فرمان خالق ہے :

> **الذی احسن کل شیء خلقه و بدا خلق الانسان من طین. ثم جعل نسله من سللة من ماء مهین. ثم سوه و نفخ فیه من روحه وجعل لکم السمع والابصار و افئدة، قلیلا ما تشکرون . السجده ۷۔۹)**

ترجمہ۔ وہ (قادر مطلق) جس نے جو چیز بنائی حسین بنائی، اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل ایک خلاصہ سے ٹھرائی جو کمروز پانی میں (آگیا) پھر اس کے اعضا اور عناصر مین مطابق وہم آہنگی پیدا کر کے اسے صحیح انداز میں مکمل کیا اور اس میں روح اپنی روح میں سے پھونکا، تو تمھارے لیے کان، آنکھیں اور قلب فعال کر دیے۔ ان نعمتوں کا تم بہت کم شکر (استعمال) کرتے ہو۔)

اور۔ آیت ۳۹/۴۲ میں ہے کہ انسانوں پر جب موت طاری کی جاتی ہے تو اللہ نفسوں کو اپنے پاس لے لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسانوں کو ایک جیسا نفس عطا کیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت ۱۴/۱۷ اکے مطابق یوں ہے کہ ''تو آج اپنی کتاب پڑھ، آج تیرا نفس ہی خود تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے، چنانچہ انسان کو ایک جیسا نفس عطا ہونے کے بارے میں آیت ۳۹/۶ یوں ہے کہ ''اس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے تخلیق کیا''۔ اس آیت کا لفظی مطلب اگر ۱۰۔۷/۹۱ کی آیات کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو یوں ہے کہ ''اس نے تمہیں ایک ہی طرح کے نفس سے درست تناسب وتوازن کے پیمانے کے مطابق وجود پذیر کیا پھر اس سے یعنی اس وجود سے جوڑا بنایا یا جوڑا چلایا۔ یعنی انسانی وجود میں یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ مرد اور عورت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہیلطیفہ نفس ہے۔ یہ اس (استعداد) کا نام ہے جس میں مستلذات یعنی کھانے پینے کی لزیذ اشیاء کی طلب اور جنسی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ نفس ان چیزوں کا حریص رہتا ہے۔ اور ویسے اس حرص کا ایک فائدہ بھی ہے کیونکہ بقول سیّد ابوالحسن علی ندوی: (نفس ہی ان امور کا تقاضا کرتا ہے جن کے بغیر ''ہیکل انسانی، یعنی فرد یا معاشرہ کا قائم رہنا محال اور ناممکن ہے۔ کھانے پینے، سونے اور جنسی تعلق کے یہ تقاضے ہی انسان کی حیوانی زندگی کا دائرہ ہے۔ تاہم حیوانی زندگی کے تقاضوں اور ضروریات تک محدود رہ جانا یا صرف اسی زندگی کی آسائشوں کو ہی نصب العین بنالینا مذموم کام ہے)۔ (۱۲)۔ آیات ۹۔۷/۹۱ یوں ہیں کہ ''اور نفس کی قسم اور اسے ہر لحاظ سے حسن وتوازن و درستگی دینے والے کی قسم اور پھر اس (نفس کو) اللہ کی راہ سے ہٹ کر منتشر ہونا اور اللہ کی راہ پر چل کر انتشار سے محفوظ رہنے کے متعلق سمجھا دیا اور پھر جو (نفس کی) ہر لحاظ سے نشو ونما کرتا چلا گیا تو اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ بامراد ہو کر کامیاب ہو گیا۔ اس کے برعکس ۹۱/۱۰ کے مطابق یوں ہے کہ ''جس نے نفس کو خاک میں ملا دیا یعنی اس کی ذلت و رسوائی اور گناہوں سے بھر کر برباد کر دیا تو وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔

☆نفس کو قرآن نے درجوں میں تقسیم کیا ہے The Grads:

نفس کی تشکیل وتربیت ونشو ونما کے مطابق اچھائی یا برائی کے لحاظ سے نفس کو قرآن نے درجوں میں تقسیم کیا ہے: تفسیر ابن کثیر میں جو آگا ہی انسانی نفس کے بارہ دی گئی حسب ذیل ہے (۱۳) نفسِ امارہ، ۵۳/ ۱۲ یعنی وہ نفس جس کی تربیت ونشو ونما اس طرح کر دی جائے کہ وہ بُرائی کا حکم دینے لگ جائے۔ جب نفس انسانی میں حیوانی تقاضے غالب ہوتے ہیں تو وہ اسے قرآنی اصطلاح کے مطابق نفس امارہ کہتے ہیں۔ سورہ یوسف۔۵۳) نفسِ لوامہ ۲/۷۵ یعنی وہ نفس جس کی تربیت ونشو ونما اس طرح کر دی جائے کہ وہ

برائیوں پر ملامت کرنے لگ جائے۔ یعنی جب انسان بہیمت اور ملکیت کے خصال اختیار کرنے میں ڈانواں ڈول ہوتا ہے کہ کبھی نیکی کی طرف جھک جائے اور کبھی بدی کا پلڑا بھاری ہو جائے۔فرمایا۔ولا اقسم بالنفس اللوامه. القیمة ۲) تو اسے وہ نفس لوامہ کہتے ہیں۔اور نفسِ مطمعنہ ۸۹/۲۷ یعنی وہ نفس جس کی نشوونما اس مقام تک کر دی جائے جہاں عطا شدہ روح یعنی اللہ کی صفات کے عکس کا اظہار ہونے کی بناء پر وہ بےخوف، پُرامن، پُرمسرت و مطمئن ہو جائے اور ایسا ہی رہنے کا حکم وہ کرتا ہے۔اسی لئے آیت ۷۵/۱۴ میں ہے کہ ''انسان خود اپنے نفس پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ جب انسان کا نفس ہر طرح سے شرع کا پابند ہو اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کامل طور پر مطیع و منقاد ہو جائے اور کسی ایسی چیز کی طرف اس میں حرکت پیدا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس حالت میں وہ نفس مطمئہ کہلانے کا مستحق ہے۔فرمایا (یایتها النفس المطمئنة .الفجر ۲۷) نفس راضیہ اور مرضیہ۔ اور مزید یہ کہ یہ نفس راضیہ اور مرضیہ کے درجات پر بھی فائز ہوتا ہے یہ بھی قرآنی اصطلاح ہے۔فرمان ربی ہے:(ارجعی الی ربک راضیة مرضية سورہ الفجر ۸۹)آیت ۲۹۔۳۰)

Quantity and qualit of a man روحانی قدریں:

جسمانی ساخت میں درست توازن و تناسب کا پیمانہ مقرر کر دیا تا کہ اس کے مطابق وہ اپنی انتہائی نشوونما کی طرف بڑھتا جائے (ســوّٰہُ)اور اس میں اپنی روح سے پھونک دیا۔اور کان اور آنکھیں اور دل و دماغ بنا دیے یعنی اللہ کی احسان مندی کا اظہار کرنے کی خاطر اپنی کوششوں کے بھرپور نتائج حاصل کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنے کے لے۔ (الـذی خـلـقـک فسـوک فـعدلک . الانفطار. ۷)یعنی درست کیا اور اعتدال دیا۔اور فرمایا: (فـقـدرنـا فـنـعم القدورن .المرسلت ۔۲۳) یعنی Quantity and quality کے اعتبار سے اندازہ فرمایا۔انسانی جسم کے اندر وہ عنصر جس کو اجتماعی عقل انسانی تسلیم کرتی ہے کہ یہ جسد خاکی کے علاوہ کوئی چیز ہے۔جسم کی اپنی دنیا ہے اور روح کی اپنی۔اس روحانی قدر کی بنیاد پر پوچھا ۔ فرمانِ خالق کہ:(الست بـربـکم . توکھأ قألو ا بلی ج شهدنأ . الأعراف ۱۷۲)اس سے مراد یہ ہے کہ حدود بھی مقرر کیں۔ جیسے (بل ا لأنسأ ن علی نفسه بصیره القیمه ۱۴)(اور خود اس کو اپنے نفس پر گواہ کیا) یعنی اس میں مناسبت کی حد کمال تک پیدا کی۔اور فرمایا:

> (ونـفـس ومـا سـواهـا. فـالـهـمـهـا فـجـورهـا و تـقـوهـا. قد افلح من زکها. وقد خاب من دسها.الشمسٰ ۷. ۱۰)

ترجمہ۔ اور جان کی اور اس کی جس نے ٹھیک بنایا۔پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔بے شک مراد کو پہونچا جس نے اسے ستھرا کیا۔اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔یعنی ہوائے نفس کو پوجا اور اس کے مطابق کام کیا۔

مقصود نفس اور انجام Aim and ultimate End:

جنوں اور انسانوں سے کسی قسم کا سامانِ نشو ونما نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بلکہ فرمایا:(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن) ۵۱.۵۶ (اس حقیقت کو یاد رکھو کہ) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس بات کے لئے تخلیق کیا ہے کہ وہ صرف میری غلامی اختیار کریں۔اور اللہ کریم نے اس نفس سے عہد بھی لیا۔سورۃ الاعراف میں فرمایا'

('وَاِذْأَخَذَ رَبُّکَ مِنۢ بَنِیٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِ ھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَأَشْھَدَھُمْ عَلیٰٓ أَنْفُسِھِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْاْ بَلَیٰ شَھِدْنَآ أَن تَقُولُوٓاْ یَوْمَ اْلْقِیٰمَۃِاِنَّا کُنَّا عَنْ ھَذَا غٰفِلِین". ا لا عر ا ف ایۃ۱۷۲)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا ۔کیا میں تمھارا رب نہیں۔سب بولے کیوں نہیں۔ہم گواہ ہوے کہیں قیامت کے دن کہو کہ اسکی ہمیں خبر نہ تھی۔ اور اس کو اپنے انجام سے بھی آگاہ کیا۔

فرمایا۔

(کل نفس ذائقة الموت . الانبیا ۳۵) ۔ اور(کل من علیها فان . الرحمن ۲۶)

اور فرمایا۔

(افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون. المومنون .۱۱۵)

ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار بنایا اور تمھیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟

اور یہ کہ:

فانماحسابه عنده ربه. المومنون ۱۱۷)

یعنی تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے۔

تربیت نفس اور حصول مقصد Character Building for its Aim of Life:

تاریخِ عالم کی تمام تہذیبوں اور تمدن ثقافت میں باطنی تزکیہ اور روح کی بالیدگی کا تصور ملتا ہے۔ مجموعی طور پر قرآن کریم کی سو سے زائد آیات کا موضوع انسانی قلب کی تربیت اور روحانی افعال واحوال کا ہے۔ انسانی جسم کے اندر قلب یا دل صنوبری شکل کا ایک (مشہور) عضو ہے جو بدن میں جریان ودورانِ خون کا ذمہ دار ہے۔اور قرآن مجید میں 'القلوب التی فی الصدور" کہہ کر بظاہر اسی قلب نامی جسمانی عضو کا ذکر کیا گیا ہے۔یعنی اس کے اندر ایک ایسی باطنی قوت موجود ہے جو مادی یا جسمانی قوتوں سے ماوراء ہے۔جس طرح انسان کی جسمانی موت وحیات کا انحصار قلب (دل) پر ہے۔اسی طرح قرآن مجید نے انسان کی روحانی موت وحیات کا مرکز اسی قلب کو ٹھہرایا ہے۔اس کام کے لے مندرجہ ذیل لطائف انسانی اور ان کے افعال کی تفصیل دیکھئے:

☆ لطائف قلب و عقل The Functions of Heart and mind

﴾ قلب کا مادہ (ق ل ب) ہے اس کے بنیادی معنی الٹنا پلٹنا، کسی چیز کو ادلتے بدلتے رہنا وغیرہ ہیں۔ کسی چیز کے بہترین حصے کو بھی قلب کہتے ہیں اور کسی چیز کے خلاصہ کو بھی قلب کہتے ہیں، اور قلب کی جمع قلوب ہے ۔قلب کا جو مطلب دل کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ دل میں دھڑکن ہوتی ہے اور دل کا کام خون کے بہاؤ کے نظام کو قائم رکھنا ہوتا ہے جس سے یہ صلاحیتیں وجود پذیر رہتی ہیں یعنی دل کے بند ہونے کے ساتھ ہی یہ صلاحیتیں بھی بند ہو جاتی ہیں۔ بہر حال انقلاب کا لفظ بھی قلب سے نکلا ہے اور اس کا مطلب بھی بدلنا یا تبدیلی لانا لیا جاتا ہے۔ قلب ''درمیان'' کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کے بہترین حصے کو بھی قلب کہتے ہیں۔ عقل وبصیرت کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاء اور ان کے خواص کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچے، اس لئے عقل کو بھی قلب کہتے ہیں کیونکہ اس طرح الٹنے پلٹنے کا اصل مقصد سچائی تک پہنچنا، اسے ظاہر کرنا اور قبول کر لینا ہوتا ہے اور اس کے بعد اسے اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اور سچائی کو اختیار کرنا ارادے اور جذبے کا کام ہوتا ہے اسی لئے مجموعی طور پر قلب کا مطلب جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی وہ صلاحیتیں جو سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں اور جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں تا کہ سچائیاں اختیار کی جاسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں عقل، بصیرت، جذبات، احساسات وغیرہ جیسی انسانی صلاحیتوں کے مجموعے کو قلب کے طور پر جانا جاتا ہے۔ جو حب اور بغض کا منبع ہے اور ارادہ واختیار اس سے صادر ہوتے ہیں۔ نیز اس قلب کے ہی افعال اور صفات ہیں غضب اور جرات، بزدلی یا بہادری، بخل اور سخاوت، خوف ورجاء اور حب وبغض کے متعلق تلون کا مظاہرہ۔ بالفاظ دیگر تمام خیر وشر کا اصل منبع اور مخزن یہی ''قلب'' ہے۔ (۱۴) ۔ قلب انسان کے سینے میں ہے۔ جسے Head Quarters کہتے ہیں۔ تزکیہ اور تہذیب و تطہیر پر مندرجہ ذیل قرآنی آیت کی تفسیر کی روشنی میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور کئی مقامات پر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جیسے فکر و ادراک کا تعلق قلب سے ہی ہے۔ فرمایا گیا۔

- فکر و ادراک کا تعلق۔

(لهم قلوب لا يفقهون بها') (الاعراف: ۱۸۹)

اور صحیح سوچنے کا کام بھی۔ فرمایا

(''فتكون لهم قلوب يعقلون بها)'' (الحج: ۴۶)

- ہدایت قلب ہی حاصل کرتا ہے۔ فرمایا گیا (ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا. ال عمران. ۸)
- خوف وحزن سے نجات اور اطمینان بھی قلب ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ فرما کہ (الا بذكر الله تطمئن القلوب. الرعد ۲۸)
- نفسیاتی امراض میں قلب ہی مبتلا ہوتا ہے۔ جیسے فرما کہ (في قلوبهم مرض فزادهم الله مرض . البقره ۱۰)
- ربط نفس باطن یعنی نفس اور قلب ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ('والله يعلم ما في قلوبكم. الاحزاب: ۵۱) اور (' ربكم اَعلم بما في نفوسكم. الاسراء: ۲۵)

﴾ لطیفہ عقل: عقل: اِس کا مادہ (ع ق ل) ہے۔ اور اِس کا بنیادی مطلب روکنا۔ منع کرنا۔ چھان پھٹک کر کے صاف و درست شے کو ایک طرف کر دینا۔ قرآن کے حوالے سے عقل کا مطلب ہے غیر سچائیوں کو سچائیوں میں شامل ہونے سے روک دینا یعنی چھان پھٹک کر کے نادُرست' صحیح' سچائی' اچھائی وغیرہ کو آگے آنے دینا۔ عقل کا فریضہ ہے۔ (۱۵) عقلی طور پر ہر مذہب وملت کے حکماء اور عقلاء نے تزکیہ نفس اور تہذیب کیلئے قلب کا وزیر عقل کو کہا گیا ہے اور جسے سلف، علوم کا منبع اور مخزن قرار دیتے ہیں۔ انسان حواس کے ذریعے حاصل کردہ علم اور تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم سے عقل ہی کے ذریعے ان حقائق و معارف کا ادراک ہوتا ہے۔ عقل کی صفات اور اس کے افعال ہی میں شامل ہے کہ وہ یقین، شک، تو ہم، ہر ایک واقعہ کا سبب تلاش کرے اور حصولِ منافع یا دفع مضار کی تدبیریں سوچنا وغیرہ۔ لطیفہ عقل حواس کی مدد کا محتاج ہے اور اگر حواس عقل کے ادراک کے لیے مواد بہم نہ پہنچائیں تو عقل کے معطل اور تیس سے زائد آیات قرآنی جو عموماً "لایات" یا "**لیة لقوم یعقلون**" یا "**افلاتعقلون**" یا "**لعلکم تعقلون**" کے الفاظ پر ختم ہوتی ہیں وہ تہذیب واصلاح کا عمل عقل سے شروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ قرآن کے سولہ کے قریب وہ آیات جن میں یا تو "**اولوالالباب**" (عقل والوں) کو مخاطب کیا گیا ہے یا ان کی بعض صفات بیان ہوئی ہیں اور اس قسم کی تمام آیات میں بالعموم دعوت الی الحق کے دلائل ہیں اور جن کا نتیجہ ایمان باللہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ گویا ایک طرح سے قلب کے بیان میں عقل اور نفس کا بیان بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اور یہی شاید وجہ ہے کہ قلب کے احوال وعوارض اور اس کی اصلاح وتہذیب اور اس کے تزکیہ وتطہیر پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے

بگاڑ نفس اور اصلاح The Radiance and life less ness:

یہ بگاڑ نفس اور اصلاح کا راز، فراخی سینہ ودل کیا چیز ہے اور کیونکر اسکی اتنی ضرورت ہے؟ انسانی سینہ اسلام کے لیے کیسے کھولتا ہے اور کیسے وہ، اپنے رب لم یزل جل وعلاء کی طرف سے نور پر ہوتا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

(لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم . ثم رددنه اسفل سفلین. الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون. التین ۴،۶)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو بہترین ماہیت پر بنایا۔ پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا)۔

اس تربیت انسان کے لیے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا۔ آیت کریمہ ہے۔:

(کذلک لنثبت به فؤادک ورتلنه ترتیلا. الفرقان ۳۲).

ترجمہ: ہم نے یونہی بتدریج اسے (قرآن) اتارہ ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اس ٹھہر ٹھہر کر پڑھا)

اس عمل سے قلوب (دل ودماغ) کا تزکیہ ہوتا ہے فرمایا:

(ولیبتلی اللہ ما فی صدور کم ولیمحص ما فی قلوبکم واللہ علیم بذات الصدور. آل عمران. ۱۵۴)

ترجمہ: اس کا مقصود یہ ہے کہ؛ اللہ تمھارے سینوں میں جو ہے اسے سان چڑھائے اور تمھارے قلوب (دل و ماغ) کا تزکیہ کردے اور جو کچھ تمھارے سینوں میں ہے اللہ اس کا کلی علم رکھنے والا ہے۔)

فنان قدرت نے اپنے عمل نفخ کے ذریعے بشری پیکر میں لطیفہ غیبی امر ربی (روح) کو ڈالا، پھر اسے سان چڑھایا۔ یہ انسان (عقل وقلب اور ضمیر Ego,Self,onscience) کی اصطلاحوں سے موسوم کیا جاتا ہے اس سے حواس خمسہ کا وجود ہے۔ جن سے جدان ،فکر، شعور اور حافظہ وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کو Motive Force بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس میں قوت تحریک (نیت) یا دلی ارادہ جو محبت یا نفرت کا جذبہ، کے پیدا ہونے سے انسانی اعمال وقوع پذیر ہوتے ہیں یہ اصلاح اور تہذیب قلب سلیم سے ہوتی ہے۔ نفس میں ایک جمالیاتی حس ہے، اس حس کا خاصہ یہ ہے کہ یہ حسن وقبح یا حق و باطل کی پہچان میں کبھی غلطی نہیں کرتا یہ مرتا نہیں۔ یہ انسانی نظام کا ایک اہم جزو ہے۔ جس کی مثال بنجر زمین کی طرح ہے۔ اس کی آبیاری ہوسکتی ہے۔ زمین پر بارش کی طرح دل میں یاد الٰہی سے نفس کی کی آبیاری ہوتی ہے۔ دل میں عاجزی اور نرمی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس قوت مفکرہ سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اس کو نور بصیرت یا محبت الٰہی سے تجسیم اور موسوم کیا جاتا ہے۔ یہی محبت عمل کا خوگر بناتی ہے۔ اس سے نفس پر control پیدا ہوتا ہے۔ اس سے لطائف ثلاثہ (عقل، قلب اور نفس) میں ایک ہم آہنگی Hormony پیدا ہوتی ہے۔ یعنی خواہش یا ہوائے نفس کو کلی طور پر اللہ کی مرضی کے تابع کرنا اور اپنی ذاتی خواہش کو ختم کرنا ہے ۔ جب نفس کی یہ کیفیت ہوتو پھر امر بالمعروف نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ، مرکز عمل انسان بن جاتا ہے۔ یہ دنیا دار العمل ہے اخرت کیلیے (الدنیا مزرعة الأخرة) ۔ اسی عمل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہی عمل انسانی فلاح و بہبود اور رفاہی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ہے۔ یہی اسلامی زندگی کا حصول ہے۔ یعنی (وما خلقت الجن ولانس الا لیعبدون). اور (خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم احسن عملا. الملک ۲) کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں سے کس کا کام اچھا ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت علی ھجویری رحمہ اللہ، کشف المحجوب میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول نقل کرتے ہوے یہ فرماتے ہیں کہ؛ اللہ تعالی تم کو آزمانا چاہتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون خالص اللہ تعالی کے لیے اور ٹھیک سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل بجالاتا ہے۔(۱۶) جس سے انسانی سینہ اسلام کے لیے کھولتا ہے اور وہ ،اپنے رب لم یزل جل وعلاء کی طرف سے نور پر ہوتا ہے۔ فرمان حق تعالی ہے:

(افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربیه، فویل للقسیة قلوبھم من ذکر اللہ، اولئک فی ضلل مبین. الزمر ۲۲)

ترجمہ: تو کیا جسکا سینہ اللہ تعالی نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائیگا جو سنگدل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یاد خدا کی طرف سے سخت ہوگیے ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں

☆شرح صدر کیا ہے Expantion of heart and its porification :

شرح صدر کی اصطلاح اور اسکی تشریح کو سمجھنے کے لیے اس کی مثال دو پیغروں کی مبارک سیرت میں نظر آتی ہے۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ جب انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی:

(قال رب شرح لی صدری . طه۲۵) ترجمہ: اے اللہ میرے سینے کو فراخ فرما۔

اور دوسری حضور اکرم ﷺ کی۔ ان کے لے فرما گیا

(الم نشرح لک صدرک. الم نشرح .۱) ترجمہ: کیا ہم نے اپ کے سینے کو فراخ نہیں کیا؟

اور اس کی مثال اصحاب رسول ﷺ کی زندگیوں میں ہے۔ عام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا. العنکبوت ۶۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے)۔

شرط ہے۔ یعنی درست نیت اور علم و عمل پر نتائج کا دارو مدار ہے۔ ارشاد مالک الملک ہے۔

(وان لیس للانسان الا ما سعی. النجم . ۳۹) ترجمہ: اور یہ کہ انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش)

سیدنا حضرت علی حجویری رحمہ اللہ اس ضمن یوں رقمطراز ہیں : "(جب یہ عمل خالص (صرف اللہ تعالیٰ کیلیے) ہو، لیکن ٹھیک (سنت رسول ﷺ) نہ ہو، تو مقبول نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح اگر ٹھیک ہو اور خالص نہ ہو تو بھی مقبول نہیں ہوتا۔ یہ کام تصدیق قلب کے بعد، ترک خواہشات نفس یعنی مجاہدہ نفس سے شروع ہوتا ہے۔ اس فلاح انسانی کیلیے عقل کو وحی کے تابع کرنا تقویم باطن کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد عمل صالح کا میدان شروع ہوتا ہے جس کی پہلی منزل عبادت ہے۔ جس کے ذریعے عبودیت کا نور انسانی نفس میں سرایت کر کے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ یہاں تک اپنے ظاہر کو ان تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے سے یہ کام مکمل ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی انسانی تہذیب و اخلاق بھی سنور جاتا ہے بھلا ایسا کیونکر ممکن ہے؟ فرمان حق ہے کہ:

امن اراد الاخرة وسعی لها وهو مومن فاولئک کان سعیهم مشکورا. بنی اسرائیل . ۱۹)

جو شخص اخرت کا طالب ہے اور اس کے لیے مناسب حال کوشش بھی کرتا ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش ضرور ٹھکانے لگے گی،

خواہش نفس ، پیروی اور گمراہی The Human Desire:

یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر جو طبیعت میں آئے اس کو مانے اور عمل کرے ۔ایک حدیث میں ہوائے نفس کے بارے یوں وارد ہے۔

(ما تحت ادیم السماء اله یعبد اعظم عنده من هوی متبع۔(۱۷)

ترجمہ: آسمان کے نیچے سب سے بڑا بت جس کی پرستش کی جاتی ہے وہ نفس کی خواہش ہے جس کو عربی میں ہوائے نفس کہتے ہیں۔ نفس حیلہ سازی کی طرف مائل کرتا ہے۔ آیت کریمہ ہے۔

(قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل. یوسف. ۸۳)

ترجمہ: کہا (حضرت یعقوب) نے تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا۔

اس موضوع پر بہت ساری آیات نازل ہوئیں، مندرجہ ذیل چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیے؛

(فا ن لم یستجیبو الک فا علم انما یتبعون اھوأء ھم و من اضل ممن اتبع ھوہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین .القصص. ۵۰)

ترجمہ۔ پھر اگر وہ یہ تمھارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جداء، بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔

(امن اتخذ الھہ ھوہ. الفرقان. ۴۳) ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود ٹھرالیا ہے)۔

انسان اپنی ناقص رائے کو علم محدود اور کامل ادراک نہ ہونے کی وجہ سے کام میں لاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث جو حضرت ابو حاتمؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

(والذی نفسی بیدہ لأ یومن احد کم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (۱۸)

ترجمہ: اس رب العزت کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے آپ کو مومن خیال نہ کرے جب تک وہ اپنی خواہش نفس کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دے)۔

نفس کی حکمرانی سے بچنے کا حکم جیسے عہد نامے میں ہے کہ:

(فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی الی الشر و تبا عدنی من الخیر). (۱۹)

نفس کی کیفیت اور معیت نفس کے لیے وارد ہے کہ

(یا ابن ادم البلاء یجمع بینی و بینک والعافیۃ تجمع بینک وبین نفسک).

ترجمہ: اے آدم کے بیٹے؛ مصیبت میں تمہارا تعلق میرے (اللہ سبحانہ تعالی) ساتھ ہوتا ہے اور عافیت میں تمہارا تعلق اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۲۰)

عموما لوگ اسی دنیا کی زندگی ہی کو کل زندگی سمجھتے ہیں۔ ان کا نفس کہتا ہے کہ بس یہیں جینا اور مرنا ہے اور یہ کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کو استناد کے طور پر پیش ہیں:

("اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ". سورۃ المومنون۔ ۳۷)

ترجمہ: ہمیں صرف ہماری دنیا ہی کی زندگی ہے جینا اور مرنا ہے اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

﴿ "وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ". سورۃ الجاثیۃ ۲۴)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں اور وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

﴿(اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتاً ءَ اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيْدًا" سورۃ بنی اسرائیل ۴۹)

ترجمہ: کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا ہمیں اٹھایا جائے گا نئے سرے پیدا کر کے۔

اور کہتے ہیں کہ:

﴿ (وَقَالُوْاءَ اَذَا ضَلَلْنَا فِي الاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ ی رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ' سورۃ السجدۃ۔۱۰)

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے۔کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا؟۔ بلکہ وہ لوگ اپنے مالک کی ملاقات سے انکار کرنے والے ہیں۔

﴿ (وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآ ءَ هُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلاً"(سورۃ بنی اسرائیل. ۹۴)

ترجمہ: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب کہ ان کے پاس ہدایت آچکی تھی، مگر یہ کہ وہ بولے کہ کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے)۔

جو نفس انسان تقویم شدہ نہ ہو تو پھر اس کے کام کو شیطان نمردود سنبھال لیتا ہے۔جیسا کہ فرمایا گیا:

(وما ابرىء نفسى ان النفس لامارة بالسوءِ الا ما رحم ربىع . سوره يوسف .۵۳)

اور پھر اس بگاڑ کا ذمہ (لاغوینھم اجمعین کے قائل مردود شیطان لے لیتا ہے۔آیت کریمہ ہے۔جیسے حضرت یوسفؑ نے فرمایا

(ان نزغ الشيطن بينى و بين اخوتى . يوسف ۱۰۰)

یعنی (کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی)۔

کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔قرآن الحکیم میں ارشاد ہے:

ان الشيطن ينزغ بينهم ان الشيطن كان للانسان عدوا مبينا . بنى اسرائيل ۵۳)

ترجمہ: شیطان ان کے آپس میں فساد ڈالتا ہے بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔)

اسلاف نے انسانی ہلاکت آمیز چیزوں کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان فرمادیں؛

۱۔ خود بینی مین مبتلا ہو کر۔

۲۔ خواہش نفس کی پیروی کرنا۔

۳۔ اور بخل وحرص کے محرک پر عمل کرنا۔

۴۔ تکبر اور خودسری۔ یعنی حسد، حرص، بغض، طمع، کینہ اور خوف۔ یہ نفس کے لیے ہلاکت آمیز چیزیں ہیں (۲۱)۔

انسانی معاشرے میں بگاڑ یعنی The confilect of interst and curuption کی ابتدا نفس کی خود فریبی سے پھر شیطان مردود کی چالوں سے۔ جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

تربیت نفسی تقویم The Management:

اللہ تعالیٰ نے اسی تقویم انسان کے لیے اور اپنے ساتھ تعلق کو ترقی دینے اور انسانی ظاہری اور باطنی کیفیات پر عبودیت کا گہرا رنگ چڑھانے کے لئے سلسلہ نبوت ورسالت تخلیق کیا۔ بعثت انبیاء کا مقصد ہی انسانی باطنی اور ظاہری تربیت کا رہا ہے۔ وحی اور الہای کتب اسی انسانی دوہری راہنمائی کا کام کرتی ہیں۔ قرآن حکیم میں فرمان ہے:۔

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۳۔۱۶۴۔)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے اہلِ ایمان پر بڑا احسان کر رکھا ہے کہ ان میں، انہی میں سے رسول بھیجا جو ان کے سامنے نازل کردہ احکام وقوانین بیان کرتا ہے اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے (یز کی)۔

اور انہیں ضابطہ حیات کی تعلیم دیتا ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنا (سکھاتا ہے)۔ اور (یہ بھی حقیقت ہے کہ) اس سے پہلے یہ لوگ صاف طور پر راستے سے بھٹک چکے تھے (اور تباہی کی طرف بڑھے جا رہے تھے)۔ فرمان رسول اللہ

(**انما ابعثت لاتمما مکارم اخلاق.** الحدیث۔ ترجمہ: مجھے انسانی تہذیب واخلاق کیلئے بھیجا گیا ہے)

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو یہ تقویمی کام انجام پاتا ہے۔ جیسے اصحاب رسول کی تقویم ہوئی۔ ان کو بزبان قرآن: (**رضی اللہ تعالی عنهم و رضوا عنه**) کا درجہ عطا کیا گیا۔

نفس کا طبعی اقتضاء تو شہوت انسانی کے پورا کرنے میں منہمک رہتا ہے اور آرام طلبی کا بھی خواہاں ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی تہذیب کر لی جاتی ہے تو وہ تائب ہو کر زہد اختیار کر لیتا ہے اور آرام طلبی کی بجائے جدوجہد اس کی صفت بن جاتی ہے۔ نفس کے تزکیہ میں ہوائے نفس (خواہشات) کی مخالفت کو بڑا دخل ہے۔ اس تہذیب وتزکیہ کیلئے مجاہدہ نفس کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں فلاح دارین کو تزکیہ نفس سے ہی وابستہ کیا گیا ہے آیت کریمہ ہے۔ فرمایا۔

﴿("قد افلح من زکھا. الشمس:۹) ترجمہ۔ بے شک وہ مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا)

اور مخالفت نفس کو باعثِ دخولِ جنت کہا گیا ہے فرمایا۔

﴿(واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى. ۴۰ فان الجنة هي الماوى. النازعات: ۴۰،۴۱)

﴿(ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون . تغابن ۱۶)

ترجمہ: جو شخص اپنے نفس کو بخل یا ہوائے نفس (خواہشات) سے بچائے گیا تو وہی فلاح پانے والوں میں ہے۔

﴿(ان شر الدواب عندالله الصم البکم الذين لا يعقلون. الانفال ۲۲)

بہرے گونگے وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

روحانی عوارض وامراض قلب Syndrome of Heart:

حکماء نے ایمان کامل کے بارے لکھا ہے کہ تصدیق عقلی کے بعد اقرار باللسان اور پھر یقین قلبی کی شکل اختیار کرتا ہے۔اسی کیفیت کو قرآن کریم نے ایمان کے دل میں داخل ہونے سے تعبیر کیا ہے۔(قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا الما یدخل الایمان فی قلوبکم. الحجرات: ۱۴) بقول حضرت علامہ محمد اقبالؒ:

زبان سے کہہ دیا لا الہ الا اللہ تو کیا حاصل　　　جب تک دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

قرآن حکیم کی مختلف آیات میں قلب کے روحانی عوارض کا ذکر کچھ یوں آیا ہے۔

﴿ کذب کی بیماری (کذب بما کانو یکذبون البقرہ ۱۰) یعنی ان کے دلوں میں کذب کی بیماری ہے۔حق کو تسلیم نہیں کرتے

﴿ دل کا سخت ہونا یا قساوۃ قلب (مثلاً الزمر:۲۲، الحدید:۱۶ اور دیگر مقامات پر) دل کی نا درستی یا روگ یعنی مرض قلب۔جس کا ذکر البقرہ:۱۰ کے علاوہ بارہ دیگر مقامات پر ہوا ہے

﴿ ۔دل کی کجی یا زیغ قلب۔الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه آل عمران:۷۔اور کئی دیگر مقامات پر

﴿ زنگ آلود دل پر میل یا زنگ آنا یعنی رین قلب کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون .المطففین:۱۴)

﴿ ۔غلاف دل۔ انا جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه و فی اذانهم وقرا. سورہ الکهف ۵۶) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے۔

﴿ دل کا غفلت میں مبتلا ہونا۔ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا. الکهف:۲۸)

﴿ ۔دل کا اندھا پن۔فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ۔الحج:۴۶) تو یہ آنکھیں اندھی نہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔دل میں حق سے نفرت ہونا یا اشمئز از قلب (الزمر:۴۵))

﴿۔قفل لگ جانا، دل پر قفل پڑنا افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفا لھا محمد:۲۴)

﴿۔طبع کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکفرین ۔الاعراف۔۱۰۱)

﴿دل میں غیر اسلامی غیرتوں کا جگہ پکڑنا یعنی "حمیۃ الجاھلیۃ" فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ . الفتح:۲۴)

﴿دل پر مہر لگ جانا یعنی ختم یا طبع علی القلب (مثلاً الجاثیہ:۲۳، البقرہ:۱۷، التوبہ:۴ اور دیگر مقامات پر)

عوامل تہذیب نفس Aspect of construction of Conscience:

یہ اصلاح اور تہذیب نفس (قلب وعقل) کے مرہون منت ہے۔نفس میں ایک جمالیاتی حس ہے، اس حس کا خاصہ یہ ہے کہ یہ حسن وقبح یا حق و باطل کی پہچان میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔ یاد الٰہی سے نفس کی کی آبیاری ہوتی ہے جس کی صورت میں، دل میں عاجزی اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔اس قوت مفکرہ سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔اس کو نور بصیرت یا محبت الٰہی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۔اس سعی اور کوشش یا مجاہدہ کیلیے مندرجہ ذیل شرائط کا ذکر کشف المحجوب میں حضرت سید علی ہجویریؒ نے یوں فرمایا ہے (۲۲)

شرائط: مقصد اولین معرفت ذات اور عرفان حق ہو۔ (من عرف نفسہ قد عرف ربہ)، ۲۔مضبوط قوت ارادی، ۳۔برائی اور نفسی خواہشات کا ترک کرنا ۴۔ اسی کا ہو جانا۔ ۵۔ مانگنے کا حکم ۔فرمایا گیا

(ربنا اتمم لنا نورنا وغفرلنا انک علی کل شئ قدیر۔ التحریم۔۸)

ترجمہ۔ اے ہمارے رب، تو ہمارے لیے ہمارے نور کی تکمیل کرتا رہ اور غلطیوں سے ہمیں معاف اور گناہوں سے ہماری حفاظت فرما بے شک تو ہر شے اور اس کے کرنے پر قدرت کاملہ رکھنے والا ہے)۔

عملی کام

(ان الذین امنو وعملوا الصلحت واخبتو الی ربھم ۔ھود:۲۳)

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے۔

تواضع کا حکم فرمایا: و بشر المخبتین ۔ الحج:۳۴) اور اے محبوب خوشی سنا دو ان تواضع والوں کو۔فکر اور ذکر الٰہی کرنے کا حکم اور اثر فرمایا۔ (و اذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمۃ ۔الاحزاب:۳۴) اور یاد کرو جو تمھارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

اصلاح احوال واثرات:

احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری میں اپنی رائے اور خواہش نفس کا دخل نہیں ہوتا۔شریعت کے احکام کی بجاآوری اور نفاذ، حلال و حرام کا نفاذ، فضائل ورذائل، اور خیر وشر میں تمیز پیدا ہوتی ہے۔اور جس سے عرفان ذات یعنی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس سے ذات کی پہچان اور مشاہدہ حق ممکن ہوتا ہے۔حضرت داتا گنج بخش نے حضرت یزید بسطامی کا قول نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں: پہلے

حج میں نے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے سوا کچھ نہ دیکھا دوسری مرتبہ گھر بھی اور گھر والے بھی کو دیکھا، تیسری دفعہ گھر والے کو دیکھا اور گھر کو نہ دیکھا۔(۲۳) اور مندرجہ ذیل اثرات پیدا ہوتے ہیں:۔

دلوں کا ڈرنا اور جھکنا بڑھتا ہے فرمایا۔

۱۔ (الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم (الحج۔۳۵)اور اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔اور

۲۔ (و یخرون للأذقان یبکون و یذیدون ھم خشوعا. الاسراء:۱۰۹)اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قران ان کے دلوں کا جھکنا بڑھاتا ہے۔اور

۳۔ دل کا نرم ہونا ہدایت پانا۔فرمایا۔(تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ)۔(الزمر:۲۳)اسی طرح دل کا درست راستے پر پڑنا یا ہدایت پانا ہوتا ہے اور فرمایا

۴۔ دل کا اطمینان وسکون کی دولت سے مالا مال ہونا۔فرمایا۔(الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب. الرعد:۲۸)اور دل کا اطمینان وسکون کی دولت سے مالا مال ہوا ہے۔

قرآن کا مطلوب ومقصود Yearning of holy Quran:

جب نفس کی یہ کیفیت جس کا مرکز قلب سلیم ہے جس سے رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے، کا اصلاح احوال ہو تو پھر امر بالمعروف نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ، مرکز عمل انسان بن جاتا ہے۔یہ دنیا دار العمل ہے اخرت کیلیے (الدنیا مزرعة الأخرة). اسی عمل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ ہوتا ہے۔یہی عمل انسانی فلاح و بہبود اور رفاہی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ہے۔یہی قرآنی زندگی کا حصول ہے۔ مالک نے فرمایا ہے۔(الا من اتی اللہ بقلب سلیم ۔ الشعراء:۸۹)یعنی ان سب عوارض سے پاک اور صحیح و تندرست قلب۔اصلاح اور تطہیر کے بعد ہی اپنے مالک کی طرف جھکتا ہے۔ایسے ہی دل کو قرآن حکیم میں (اللہ کی طرف) جھکنے والا دل کہا گیا ہے۔فرمان خالق؛'' (من خشی الرحمن باالغیب وجاء بقلب منیب ۔ق:۳۳)اور یعنی؛قلب منیب''۔ اس کے لیے آخری حد تک کوشش درکار رہتی ہے۔یعنی مسلسل جہد اور عملِ پیہم فرمان حق ہے؛ (فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا و انفقوا خیرا لانفسکم و من یوق شح نفسہ .التغابن:۱۶۔۱۸)اب یہ نفس انسانی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔اور اس پر شیطان نمرود کا تسلط نہیں ہوگا۔ان کے لیے فرمان حق ہے؛(ان عبادی لیس لک علیھم سلطان. النحل۔۴۲)ترجمہ؛ بے شک ہمارے خاص بندوں پر تجھے کسی قسم کا تسلط نہیں ہوگا۔ہاں یہ کام مرتے دم تک جاری رکھنے کا حکم ہے؛فرمان ربی ہے۔(واعبد ربک حتی یأتیک الیقین۔ الحجر۹۹)یعنی مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔اس سلسلے کے اثرات کے لیے قرآن مجید نے حسب ذیل امور بیان فرمائے:

☆ تقوی القلوب کے محاصل کے اشکال۔جیسے فرمایا (ذلک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج:۳۲)

(الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی) ۔الحجرات:۳)دل میں ہیبت الٰہی کا پیدا ہونا (وجلت قلوبہم) جیسے۔(انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون ۔الانفال:۲) اورفرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ کے ذکر سے کوئی چیزنہیں روک سکتی۔ (رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ۔وہ مردان حق ہیں جن کوتجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روک سکتی)۔

تصوف کا حاصل یہ ہے کہ جس اطاعت میں سستی نہ ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس اطاعت کو بجالائے اور جس گناہ کا تقاضا ہو اس تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں۔کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔جب یہ مقام نصیب ہوتو وہ دنیا اور عقبی کے لیے فنا ہو کر فقدان بشریت کی بنا پر ربانی ہو جاتا ہے۔سونا اور مٹی اس کی نگاہوں میں برابر ہو جاتا ہے اور جو احکام اوروں کے لیے دشوار ہوں اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔ایک دفعہ حضرت حارثہ،حضورﷺ کے پاس آئے۔آپﷺ نے فرمایا۔

(کیف اصبحت یاحارثہ قال اصبحت مومنا باللہ حقا فقال انظر ما تقول یا حارثہ، ان لکل شی حقیقۃ فما حقیقۃ یمانک، فقال عرفت نفسی عن الدنیا فاستوی، عندی حجرھا وذھبھا و فضتھا و مدرھا فاسھرت لیلی و اظمات نھاری، حتی صرت کانی انظر الی عرش ربی بارزا، وکانی انظر الی اھل الجنۃ یتزاورون فیھا، و کانی انظر الی اھل النار یتعادون و فی روایۃ یتعاذون. الحدیث)(۲۴)

ترجمہ: تجھ پر صبح کا ظہور کیسا ہوا اے حارثہ؟انہوں نے جواب دیا، میں صبح کو اللہ پر ایمان لایا اور سچا ایمان۔حضورﷺ نے فرمایا۔اے حارثہ اچھی طرح سمجھ لو کیا کہہ رہے ہو؟۔ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تو تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟انہوں نے جواب دیا۔میں نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے اپ کو پہچانا۔پس اس کا پتھر،سونا، چاندی اور مٹی میری نظر میں برابر ہوا۔میں رات بھر جاگا اور دن پیاس میں گزرا۔یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے رب کریم کا عرش دیکھ رہا ہوں اور نیز یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اہل بہشت ایک دوسرے کو مل رہے ہیں۔اور اہل جہنم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا؛ عرفت فالزم قالھا ثلثا. اے حارثہ تو نے پہچان لیا۔اسی کو لازم پکڑ کہ حقیقت سوائے اس کے نہیں۔اپﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔

مقام راستگی نفس Moral excellence of the man:

تقویم نفس کے لیے تجدید اخلاص ضروری ہے جس سے کمال راستگی اور معیت الہیہ نصیب ہوتی ہے۔جس کی

ابتداء ''ایمان باللہ'' سے شروع ہوتی ہے۔ پھر افعال اختیاریہ میں عجز کا پیدا ہو جانا ہوتا ہے۔ یہ کام توبہ سے شروع ہوتا ہے پھر اس میں ترقی ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(الا الذین تابوا و اصلحوا واعتصمو باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولئک مع المومنین وسوف یوت اللہ المومنین اجرا عظیما. (النسأء۔ ١٤٦)

ترجمہ: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھای اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیا تو یہ مومنوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دیگا۔

انسانی لطائف ثلاثہ کے تقاضے مختلف افراد میں جبلتہً یا عادتاً مختلف ہوتے ہیں۔ ان تین استعدات یا لطائف میں سے ایک وقت میں کسی ایک (لطیفہ) کا غلبہ ہوتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے قلب (کے ارادہ) کو ان کے نفس (کی خواہشات) پر پورا تسلط حاصل ہوتا ہے۔ ایسے آدمی کو جب کسی اعلیٰ مقصد کی طلب پیدا ہوتی ہے تو وہ اس کے لیے بڑی سے بڑی نفسانی لذت کو بھی بلا تامل ترک کر دیتا ہے۔ یا مثلاً وہ بھوکا اور چیتھڑوں میں ہوتے ہوئے بھی اپنی عزت نفس کی خاطر کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ اس کے برعکس بعض لوگوں پر نفس (کی خواہشات) کو کامل اقتدار حاصل ہوتا ہے اور ان کا قلب (یا ضمیر) ہمیشہ مغلوب رہتا ہے۔ ایسا آدمی اپنی کسی نفسانی خواہش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ چاہے اس کے لیے کتنا ہی ننگ اور عار اس کو لاحق ہو۔ بعض افراد کی عقل ان کے قلب اور نفس پر غالب ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ہر وقت اور ہر حال میں شریعت (اور قانون) کا مطیع رہتا ہے اور اس کے احکام سے سر مو انحراف نہیں کرتا۔ بلکہ اسے ہجوم مشکلات میں حلاوت مناجات حاصل ہونے لگتی ہے۔ اس مقام پر نزول مصائب عطائے نعمت عظمٰی ہو جاتے ہیں۔ اسی بنا پر سلف صلحین میں سے کسی ایک نے کہا ہے:

(یا ابن ادم لقد بورک لک حاجة اکثرت فیھا من قرع باب سیدک).

ترجمہ۔ اے بنی آدم؛ تمہیں تمہارا محتاج ہونا مبارک ہو۔ اس تقریب سے تم کو اپنے مولائے کریم کا دروازہ کھٹکھٹانے کی سعادت حاصل ہوگی۔ (۲۵)

جن امور کا نفسی تقویم کے لیے اسلاف، صلحاء، صوفیہ اور حکماء نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے وہ حسب ذیل امور ہیں۔ جس میں استقامت بشرط استواری ہے۔ (۲۶)

۱۔ ابتدا ایمان باللہ سے (بحوالہ حدیث جبرائیل)

۲۔ اخلاصِ نیت اور دُعا سے،

۳۔ توبہ الی اللہ جو توبہ النصوح ہو،

۴۔ عبادت معہ حب اللہ۔

۵۔ خشیۃ اللہ۔

۶۔ کثرت ذکراللہ،

۷۔ دل کی حفاظت اور کثرت استغفار،

۸۔ شکراللہ،

۹۔ توکل اللہ،

۱۰۔ صبر: نفس کو نا گوار امر پر روکنا جس کی درج ذیل اقسام مذکور؛ (الف۔ترک شکایت ب۔صدق رضا ج۔ قبول قضا)۔

۱۱۔ ان سب پر حاوی اور ان میں جاری وساری۔محبت واتباع رسول ﷺ۔اس نفس میں حسن عمل، حسن برداشت، حسن ضبط اور حسن کردار کی روش نمایاں نظر آتی ہے اور ہر حالت میں وہ اللہ کی رضا کیلیے کوشاں ہوتا ہے اور کوئی نفع ونقصان اس سے الگ نہیں کرسکتا۔وہ قرآن کے اس حکم کا تابع نظر آتا ہے۔یعنی (لا تا سو ا علی ما فا تکم لا تفرحو ا بما ا تا کم . الحدید . ۲۳) ۔قرآن مجید کی بیسیوں آیات اسی روحانی نظام کے کسی نہ کسی پہلو(Aspect) سے تعلق رکھتی ہیں۔اللہ کے ساتھ اس تعلق کو ترقی دینا اور معیت الہیہ (روحانی اور باطنی کیفیات) کا اپنی ذات پر عبودیت کا گہرا رنگ چڑھانے کے لئے قرآن کریم نے زور دیا ہے۔اس سے یہ زندگی صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت کے لیے ہوجاتی ہے۔اس نفس کے معیار اور مقام کے لئے مندرجہ ذیل آیات قران ملاحظہ فرمائے۔ قا ل تعالیٰ:

﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا یحزنون . الذین امنوا و کا نوا و یتقون. لھم بشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم. یونس ۶۴.۶۲)

﴿وھزی الیک بجذ ع ا لنخلۃ تسقط علیک رطبا جنیا . فکلی واشربی . مریم .۲۵)

﴿. کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یمریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب .أل عمران.۳۷)

﴿. واذ اعتزلتموھم وما یعبدون الا اللہ فاوا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیی لکم من امرکم مرفقا. الکھف. ۱۶)

﴿. اذ اوی الفتیۃ الی الکھف قا لوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ و ھیی لنا من امرنا رشدا . الکھف. ۱۰)

﴿ وتری الشمس اذا طلعت تز ور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم زات الشمال وھم فی فجوۃ منہ . الکھف .۱۷)

﴿.قا ل الذ ی عند ہ علم الکتاب انا أتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما را ہ مستقرا عند ہ. النمل .۴۰)

مقام قربت اور ولایت الٰہیہ کے بارے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے راویت فرمایا:

عن ابی هريره رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ؛ ان عز وجل قال :من عا د ی لی ولیا فقد ا ذنته با الحرب ،وما تقرب الی عبدی بشي ء احب الی مما افتر ضت عليه ، وما يزال عبدی يتقرب الى با لنوافل حتى احبه، فا ذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به، وبصره الذی يبصربه ، ويد ه التي يبطش بها ، ورجله التي يمشي بها ، و ان سا لنی لا عطينه ، و لئن استعا ذنی لا عيذنه ، وما تر ددت عن شی ء انا فا عله تر ددی عن نفس عبد ی المومن ، يكره الموت و ا نا اكره مسا ء ته . روا ه بخاری (۲۷)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے راویت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔ جوشخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کو یہ خبر کیے دیتا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (فرائض) اور میرا بندا فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے۔ کہ میں اس سے محبت کتنے لگتا ہوں پھر تو یہ حال ہوتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاوں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ وہ اگر (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو محفوظ رکھتا ہوں اور مجھ کو کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے وہ تو موت کو (بوجہ تکلیف جسمانی کے) برا سمجھتا ہے اور مجھ کو بھی اس کو تکلیف دینا برا لگتا ہے۔ (باب تواضع۔ کتاب الرقاق۔ بخاری شریف)

کتب اسلاف کے حوالے سے جناب محمد اسلم اپنی کتاب ، اندر کا انسان ، میں فضیلت اور کرامات اولیاء اللہ کے بارے لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل خوبیاں انکے حسن معاشرت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ (۲۸): ۱۔ سخا ۲۔ رضا ۳۔ صبر ۴۔ اشارہ ۵۔ غربتہ ۶۔ ولبس الصوف ۷۔ سیاحتہ ۸۔ اور فقر۔ ان کا یہ Character کردار انہیں کو انعام یافتہ لوگوں میں شامل کراتا ہے۔ یہ تمام خصائص انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کی ہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے۔

﴿ ومن يطع الله والرسول فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئک رفيقاً. النساء..۹ ۶)

اور فرمایا:

﴿. ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وهو مومن فأولئک يدخلون الجنة ولأ

یظلمون نقیرا. النساء..۱۲۴)

﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة. حم السجده. ۳۰)

﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون. الاحقاف.۱۳)

﴿نحن اولیئوکم فی الحیوة الدنیا و فی الأخرة ولکم فیها ما تشتهی انسفسکم ولکم فیها ما تدعون. حم السجده. ۳۱) اور فرمایا:

﴿جزائوهم عند ربهم جنت عدن تجری من تحتها الانهار خلدین فیها ابدا رضی الله عنهم و رضوا عنه ذالک لمن خشی ربه. البینة ۸.۱)

یہی حقیقی تقویم انسان ہے۔ جو ایمان کی جان، صورت اور سیرت ہے۔ اور یہی مطلوب ومقصود مومن ہے۔

Khurshid ahmad writes in "Towards understanding Islam " by Abul-Ala-Mawdudi (English translation), that : Think of the moral excellence of the man who lives with this mental attitude. His life will be purity, piety, love and altruism. He will be a blessing for mankind. His thinking would not be polluted with evil thoughts and perverted ambitions. He will abstain from seeing evil, hearing evil, and doing evil. He will guard his tongue and will never utter a word of evil. He will earn his living through just and fair means and will prefer hunger to a food acquired unfairly through exploitation or injustice. He will never be a party to oppression or violation of human life and honor, whatever be his form or colour. He will never yield to evil, however high the defiance may cost him. He will be an embodiment of goodness and nobility and will uphold right and truth even at the cost of his life. He will abhor all shades of injustice and will stand firm for truth, undaunted by the tempests of adversity. Such a man will be a power to be reckoned with. He is bound to succeed. Nothing on earth can deter him or impede his way.(29)

حاصل صورت تقویم Paradigm of Sufi-Isam:

تصوف سے جو خاکہ اور خلاصہ (Paradigm) نفس کی تقویم کے لیے بیان ہوا ہے۔ وہ کچھ حسب ذیل ہے۔

☆ کوئی کلام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

☆ کوئی لمحہ یاد الٰہی کے بغیر نہ گزرے۔

☆ کوئی جگہ خوف خدا سے خالی نہ ہو۔

☆ مجلس رقابت رجال اللہ سے بھرپور ہو۔

☆ کوئی عمل رسول اللہ کی سنت کے خلاف نہ ہو۔

اور مندرجہ بالا رموز امور کی انجام دہی کا پیش منظر مندرجہ ذیل ہونا لازم ہے۔

☆ تمام امور کی انجام دہی خالصتاً مالک حقیقی کے لئے ہو۔

☆ تمام احوال و افعال آداب رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوں۔

☆ آخری سانس تک سب کچھ پوری استطاعت کے ساتھ لگا دیا جائے۔

☆ اجر و رحمت کی امید صرف مالک حقیقی سے ہو۔

مذکورہ بالا بحث و تحقیق سے جو نفسی تقویم کی کامل صورت اور سیرت (The Exalted Character) کی تلاش ہے وہ درج ذیل ہے۔

کامل صورت اور سیرت The Exalted Character:

مقصدیت حیات کو حاصل کرنے کیلیے جس انسانی (Moral excellence) رویہ اور برتاو کی ضرورت ہے۔اس کے لیے فرمان خالق ملاحظہ فرمایئے:

(قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العلمین. الانعام ۱۶۲)

ترجمہ۔ تم فرماؤ۔بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا مرنا سب اللہ کیلیے ہے جو رب سارے جہاں کا۔)

اس رویے اور برتاؤ کے عملی مظاہرہ کے نمونہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یر جوالله والیوم الاخرة وذکر الله کثیرا. الاحزاب. ۲۱)

ترجمہ: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔)

اس تقویم کامل کی صورت اور سیرت کیا اور کیسی ہے؟ مندرجہ ذیل، قرآنی میں اس صورت وسیرت کا ملاحظہ فرمایئے، رب العزت نے فرمایا کہ:

☆ محمد ﷺ بن عبداللہ کون ہیں، اور کس کے رسول ہیں؟ فرمایا: (ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین. الاحزاب. ۴۰)۔فرمایا: ترجمہ ۔محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے ہیں۔

☆ محمد رسول اللہ ﷺ کس کی طرف سے اور کس کس کیلیے رسول ہیں؟: فرمایا: (قل یأیها الناس انی رسول الله الیکم

جمیعا الذی له ملک السموت والارض لا اله الا هو یحی ویمیت . الاعراف ۱۵۸)۔تم فرماؤ اے لوگو: میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کیا آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جلائے اور مارے۔

☆ انکا شرح صدر، سینہ نورانی کیسا ہے؟ فرمایا:(الم نشرح لک صدرک . الم نشرح ۔۱)۔یعنی ،کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا؟

☆ اس سینے میں دل کیسا ہے؟ فرمایا: (فبما رحمة من الله لنت لهم ولو کنت فظا غلیظ القب لا نفضوا من حولک. ال عمر ان ۔۱۵۹) یعنی ،تو کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

☆ وہ دل کیسے دیکھتا ہے۔فرمایا۔(ما کذب الفئواد ما رأی. النجم. ۱۱) ترجمہ۔دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

☆ ان پر وحی کیسی فرمائی۔ فرمایا۔(فاوحی الی عبده ما اوحی۔ النجم ۱۰) پس وحی فرمائی اپنے بندے پر جو وحی فرمائی۔

☆ پیٹھ مبارک کیسی ہے؟ فرمایا:(وو ضعنا عنک وزک . الذی انقض ظهرک. ال نشرح .۲.۳.) اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

☆ مبارک ہاتھ کیسے ہیں؟ فرمایا: (وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی. الانفال. ۱۷) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

☆ ان ہاتھوں کی قوت کیا ہے؟ فرمایا: (وانشق القمر ۔شق ہو گیا چاند۔القمر ۔۱)

☆ زبان مبارک کیسی ہے؟ فرمایا:(وما ینطق عن الهوی . النجم. ۲) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

☆ کان مبارک کیسے ہیں؟ فرمایا:(قل اذن خیر لکم یو من باالله. التوبہ ۶۱) تم فرماؤ تمھارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

☆ مبارک آنکھیں کیسی ہیں؟ فرمایا۔ (ما زاغ البصر وما طغی۔النجم ۔۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

☆ چہرہ مبارک کیسا ہے؟ فرمایا۔(والضحی ۔الضحی ۔۱) چاشت کی قسم (چہرہ مبارک)۔

☆ مبارک چہرے کا اٹھانا کیسا ہے؟ فرمایا۔(قد نری تقلب وجهک فی السمآء فلنو لینک قبلة ترضها. ابقرة ۱۴۴) تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے

☆ قدم بارک کیسے ہیں؟ فرمایا: (فکا ن قاب قوسین او ادنی ۔ النجم۔ ۹) دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

☆ ان کا چلنا کیسا ہے۔فرمایا۔ (ما ضل صا حبکم وما غوی. النجم. ۲) تمہارے صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے۔

☆ لباس مبارک کیسا ہے؟(و لبا س التقوی ذلک خیر. الاعراف ۲۶) اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بھلا ہے۔

☆ مبارک چادر کیسی ہے؟(یایها المدثو ۔المدثر ۔۱) اے بالا پوش اوڑھنے والے۔

☆ کالی کملی کیسی ہے؟ فرمایا: (یأ یھاالمزمل ۔المزمل ۔۱) اے جھرمٹ مارنے والے۔

☆ مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا: (وانک لعلی خلق عظیم القلم .۴) اور بیشک تمھاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔

☆ غلاموں کے ساتھ تعلقات کیسے ھیں؟ (با المومنین رئوف رحیم ۔ التوبہ۔ ۱۲۸) مومنوں پر کمال مہربان۔

☆ ان کا شہر کیسا ہے؟ فرمایا۔(لا اقسم بھذا البلاد. وانت حل بھذا البلد. البلد ۔۱ ۔۲)ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

☆ ان کی رسالت کہاں سے کہاں تک پہنچی ہے؟ (وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا ۔السبا ۲۸۔) اور ۔النساء ۷۹)۔اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے۔۔۔۔۔اور تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گوہ۔

☆ ان کی رحمت کا حلقہ کہاں تک ہے؟ (وما ارسلنک الا رحمة للعلمین ۔ الانبیاء ۱۰۷)اور ہم تمہیں نے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

☆ ان کی نماز، قربانی اور زندگی کس کے لیے؟ (قل ان صلاتی و نسکی و محیای ومما تی لله رب العلمین ۔ الانعام ۱۶۲) ترجمہ۔تم فرماؤ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔

☆ ان کی تابعداری کس کی تابعداری ہے؟ (من یطع الرسول فقد اطاع الله ۔النسأء ۔ ۸۰) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

☆ ان کے تابعداروں کا کام کیا ہے؟ فرمایا (کنتم خیرامة اخرجت للناس تا مرون با لمعروف وتنھون عن المنکر و تو منئو ن بالله ۔ أل عمران ۔ ۱۱۰) تم بہتر لوگ ہو سب امتوں میں جو لوگوں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

☆ ان سے محبت ووفا کیسی ہے؟ فرمایا قل (ان کنتم تحبون الله فا تبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم. أل عمران ۔ ۳۱) اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو محبت کرتے ہو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دیگا۔

☆ ان کی پیروی کا صلہ کیا ہے؟ فرمایا (والذین اتبعو ھم باحسان رضی الله تعالی عنھم و ضوا عنه واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذک الفوز العظیم. التوبہ ۱۰۰)اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ، ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

☆ ان کا احترام وادب کیا ہے۔فرمایا (لا ترفعوا اصواتکم فوق النبی والا تجھروا له باالقول کجھر بعضکم

لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون .الحجرات ۔۲ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے۔

☆ ان کے لیے ادب اور ہمہ تن گوشی کیسی ۔فرمایا۔ (لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا وا سمعوا. البقرہ۔۱۰۴) راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر کرم رکھیں اور پہلے ہی بغور سنو۔

☆ ان کے لیے مقام محمود کیا ہے۔فرمایا۔(عسی ان یبعثک ربک نقاما محمودا. بنی اسرائیل ۔۷۹)

☆ ان کو ان کے رب تعالی کی طرف کیا عطا کیا گیا۔فرمایا۔(انا اعطینک الکوثر. الکوثر. ۱) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

☆ مدحت اور عظمت رسول اللہ ﷺ کیسی ہے۔فرمایا۔(ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی یأ یھاالذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما. الحزاب. ۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

☆ ان کا حال کیسا ہے فرمایا۔(لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تا خر. الفتح. ۲) تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے

☆ ان کو کیا سیر کرائی اور کیا کیا دیکھایا۔فرمایا۔ (سبحن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الا قصا الذی بر کنا حوله لنریه من ایتنا. بنی اسرائیل. ۱) پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔اور فرمایا لقد رای من ایت ربه الکبری. النجم ۱۸) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

☆ ان کے ساتھ والون کا حال کیسا ہے۔فرمایا۔(لیدخل المؤمنین والمؤمنت جنت نجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا و یکفر عنھم سیاتھم. الفتح. ۵) تا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتیں کو باغوں میں لے جایے جن کے نیچے رواں نہریں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے

☆ اس رسول اللہ ﷺ کو، کون نہیں دیکھ سکتا؟۔ فرمایا: (وترھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون. الاعراف. ۱۹۸) اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں (بحثیت محمد بن عبداللہ) اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا (بحثیت محمد رسول اللہ ﷺ)

☆ محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں میں فیصلے کیسے کرتے ہیں؟ فرمایا:(انا انزلنا الیک الکتاب با الحق لتحکم بین الناس بما ارک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما. النساء. ۱۰۵) ترجمہ: اور اے محبوب بے شک ھم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جگڑو۔

اختتامیہ:

This behavioural management develops an attitude in a person by which every moral valuation, every decision as to the practical course, the individual would like in his life to take for ultimate success.

اس تقویم کے لیے آج تمام مذاہب اور انسانیت سرگردان ہے، جو انسان کو اس زندگی اور ابدی فلاح کے لے درکار ہے۔ یہ اسلامی تقویم یہ کام سرانجام دیتی ہے۔

اس تقویم میں دراصل انسانی لطائف ثلاثہ میں ایک ہم آہنگی Hormony پیدا کرنے کا نام ہے۔ اس کام میں عقل، قلب اور نفس شریک ہوتے ہیں۔ اس تربیت کے لئے رسول عربی کو بحیثیت محمد بن عبداللہ نہیں بلکہ بحیثیت محمد رسول اللہ ﷺ دیکھنا ہے اس کے لے صدق مقال اور اکل حلال چاہئے ہے۔ دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ سنت رسول اللہ ﷺ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہوکر شریعت مطہرہ کا مطیع ہونا ہے اور اس کے احکام سے سر مو انحراف نہیں کرنا ہے تب اسے معیت الٰہیہ نصیب ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں وارد ہے۔ (یقول تعالی انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ)۔ (۳۰) ترجمہ؛ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے یاد کرے اور میرے نام کے اس کے لب ہیں۔) سرکار کائنات ﷺ کی تعلیمات پر دائمی اور حقیقی عمل سے اہل ایمان اور اہل دل یہ متاع حیات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس تقویم نفس کے بغیر نہ تو مسائل ومصائب اور رنج وآلام سے نجات ملتی اور نہ ہی حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس تعلق کو ترقی ملتی ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالی سے ملنے کی کوئی اور صورت ہے۔ یہی دنیا میں فلاح وکامیابی کی کلید اور آخرت میں نجات اور ابدی کامرانی کی ضمانت ہے۔ تقویم شدہ نفس کا کام اسی اللہ کیلیے جینا اور مرنا ہوتا ہے۔ جس سے (قالو اربنا اللہ ثم ستقاموا فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون) کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس اعلی قدر استعداد کی تطہیر وتہذیب سے ترقی وامن، خوش حالی، اور عزت وقار حاصل ہوتا ہے۔ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی ہی سے یہ سیر یابی میسر ہوتی ہے۔ اس تربیت یافتہ نفس کو اللہ تعالی کی ولایت کے درجات حاصل ہوتے ہیں۔ اس نفس کی جب عقل صفائی اور پاکیزگی کے اس منتہائے کمال تک پہنچ جائے تو اس عقل کو کامل اور مہذب عقل کہتے ہیں اور قلب کو روح اور اس انسان کو ''نفس مطمئہ'' کہتے ہیں۔ اس کے سامنے دنیا کی ہر چیز عشق رسول ﷺ کے بغیر بے مصرف و بے معنی ہوتی ہے۔ یہ نفس ہر لحہ معیت الٰہیہ میں جیتا ہے جو مقصود انسان ومقصد تخلیق حیات ہے یعنی (عرف ربہ)۔ جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ بفرمان حق تعالی ہے۔ (وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون)۔ انسانی موجودہ زبوں حالی کی بنیادی وجہ موجودہ تعلیم وتربیت کے نظام کا تعلیمات نبوی ﷺ سے انحراف ہے۔ ڈاکٹر علامہ حضرت محمد اقبال ؒ اپنی کتاب بانگ درا میں یہ پیغام دیتے ہیں: (۳۱)

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا ؟ لوح قلم تیرے ہیں

اے مالک الملک ہمیں انہیں میں شامل فرما۔ آمین

ڈاکٹر محمد خان ملک

حوالہ جات

۱۔ مسرت لغاری، تیسری آنکھ سے (روحانی اقوال وافکار) لاریب پبلیشر ہشاور روڈ روالپنڈی، مارچ ۲۰۰۱ء ص۔۵۰۔

۲۔ قرآن الکریم (تمام حوالہ جات کنز الایمان فی ترجمہ القرآن سے لیے گیے ہیں۔ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور مارچ ۱۹۷۸ء

۳۔ ابی زکریا محی الدین یحی بن شرف النووی، قطوف من ریاض الصالین، المجلس العلمی ریاض ۱۴۲۵ھ ص ۲۵۸

۴۔ قرآن الکریم (تمام حوالہ جات کنز الایمان فی ترجمہ القرآن سے لیے گیے ہیں۔ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور مارچ ۱۹۷۸ء

۵۔ Abdul Hamid Siddique (1968). Prophet hood in Islam, Lahore: Islamic publications

۶۔ محمد اقبال ڈاکٹر، کلیات اقبال شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔جنوری ۱۹۷۵ ص ۳۰۲

۷۔ عمر شبیر (کرنل ریٹارڈ)، قران بالتحقیق۔منزل پبلی کیشنز انارکلی لاہور۔۲۰۱۱ء ص۔۵۳۲

۸۔ ایضا۔ص۔۵۳۳

۹۔ عبدالرحمٰن بخاری، امہ سیرت انسائیکلو پیڈیا، جلد ۳۔امہ پبلی کیشنز، لاہور۔نومبر ۲۰۰۷ء ص ۴۸۶

۱۰۔ احمد یار خان، قرآن وسنت، شیخ زاید اسلامک سینٹر جامعہ پنجاب لاہور ص ۲۰۴

۱۱۔ عمر شبیر (کرنل ریٹارڈ)، قران بالتحقیق۔منزل پبلی کیشنز انارکلی لاہور۔۲۰۱۱ء ص۔۵۳۲

۱۲۔ احمد یار خان، قرآن وسنت، شیخ زاید اسلامک سینٹر جامعہ پنجاب لاہور ص ۲۲۳

۱۳۔ ابی الفداء اسماعیل بن کثیر مختصر تفسیر ابن کثیر، دار القرآن الکریم بیروت، ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۱ء

۱۴۔ سید شمشاد حیدر، دائرہ معارف اسلامیہ اردو۔پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور ۱۹۶۷ء

۱۵۔ ایضا

۱۶۔ سید علی بن عثمان ہجویری، حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب مترجم فضل الدین گوہر، ضیا القران پبلی کیشنز لاہور ۲۳۲

۱۷۔ ابن تیمیہ (تقی الدین ابوالعباس احمد بن شھاب الدین) تفسیر آیت کریمہ، مترجم مولانا عبدالرحیم، ناشر مکتبہ ابن تیمیہ لاہور ص ۱۲۱۔

۱۸۔ ایضا ص ۱۳۲۔

۱۹۔ بختیار احمد، مجموعہ اوراد ووظائف، مشتاق بک ڈپو لاہور۔ص ۱۲۹

۲۰۔ ابن تیمیہ (تقی الدین ابوالعباس احمد بن شھاب الدین) تفسیر آیت کریمہ، مترجم مولانا عبدالرحیم، ناشر مکتبہ ابن تیمیہ لاہور ۱۲۱۳، ص ۱۲۲۔

۲۱۔ سہروردی، شہاب الدین عوارف المعارف مترجم شمس بریلوی کراچی مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۷۷ ص ۲۴۵

۲۲۔ سید علی بن عثمان ہجویری، حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب مترجم فضل الدین گوہر، ضیا القران پبلی کیشنز لاہور ۲۳۲

۲۳۔ ایضاً۔ ۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً۔ ۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ بخاری۔محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری شریف مترجم علامہ وحید الزمان، مطبع لعل ستار پریس لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، نومبر ۱۹۹۹ء۔ص۔۶۳۰

۲۸۔ محمد اسلم، اندر کا انسان، فیروز سنز لاہور ص ۴۵

۲۹۔ Abul-Ala-Mawdudi Khurshid ahmad (1960). Towards understanding Islam by Lahore, IdarahTarjaman-ul-quran (English translation),

۳۰۔ ابی زکریا محی الدین یحی بن شرف النووی، قطوف من ریاض الصالین، المجلس العلمی ریاض ۱۴۲۵ھ ص ۱۳۲۔

۳۱۔ محمد اقبال ڈاکٹر، کلیات اقبال شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔جنوری ۱۹۷۵ ص۔